225
مہاجرین و انصار
مجتبیٰ

قومی مدارس، طالب علموں اور عام مطالعہ کے لیے تاریخ اسلام کی

تیسری کتاب

مہاجرینؓ و انصارؓ

یعنی

مشہور مشہور مہاجر اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم

کی پاکیزہ اور منتخب سیرتیں

از

الیاس احمد مجیبی

اُردو گھر (رجسٹرڈ) کراچی ۵

۲۴ مارٹن روڈ

طبع ششم (جنوری سنہ ۱۹۵۰ء) قیمت عہ

"پریم بچپن"

(الحاج مولانا عبدالماجد قبلہ بی، اے دریا بادی مدظلہٗ مدیر "صدق")

مجیبی صاحب آج سے پیشتر بہت سی اچھی اور سچی کہانیاں اپنے ننھے ننھے بھائیوں اور ننھی ننھی بہنوں کو سنا چکے ہیں۔ اور اب مہاجرین اور انصار صحابہ رض کا حال بیان کرنے کو بیٹھے ہیں۔

اللہ پاک نے ان کی بات میں اثر اور زبان میں وہ موہنی دی ہو کہ جسے اپنا پریم بچپن سناتے ہیں اس کا دل ہی موہ لیتے ہیں پروردگار ان صحابیوں کے طفیل میں انھیں (مجیبی صاحب کو) اور ان کے ساتھ ہم سب کو؛ اس کتاب کے پڑھنے والوں سننے والوں، چھاپنے والوں، پسند کرنے والوں کو جنّت کی نعمتوں سے مالا مال کرے (آمین ثم آمین)

دریا باد، بارہ بنکی
۱۴ / مارچ ۱۹۳۲ء

عبدالماجد

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبع اوّل تا پنجم

حبیب خدا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کی مبارک سیرت پر اس سے پہلے ایک کتاب "حبیب خدا" نام سے پیش کی جا چکی ہے ——

آں حضرت صلعم کے بعد حضورؐ کے صحابہ رضؓ ہمارے لیے سب سے اچھا نمونہ ہیں، ہم اُن سے سب کچھ سیکھ سکتے ہیں، دین کی باتیں بھی دُنیا کے معاملات بھی۔ حبیب خدا صلعم نے فرمایا :— اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ یعنی "میرے سبھی صحابی ستاروں جیسے ہیں کہ جن کے پیچھے چلو گے ہدایت (ٹھیک راہ) پاؤ گے"

اِسی نیّت سے چند مشہور، بڑے بڑے مُہاجر اور انصار صحابہ رضؓ کی سیرتیں اس کتاب میں پیش کی جاتی ہیں ؎

یاد رہے کہ ہم نے ان سب بزرگوں کی سوانح عمریاں نہیں بلکہ سیرتیں یعنی چند کام کی اور سیکھنے کی باتیں چھانٹ کر ایک جگہ کردی ہیں۔ بات بھی یہی ہے کہ ان باتوں سے ہمیں سیکھنا اور سبق لینا شرط ہے، اور ع

گر یہ نہیں تو بابا یہ سب کہانیاں ہیں

لکھنے میں اس بات کا خاص کر دھیان رکھا ہے کہ بچے، کم پڑھے لکھے یا بالغ مبتدی آسانی سے مطلب سمجھ لیں۔ نیت صادق ہے۔ اللہ میاں انجام بخیر فرمائیں۔

یہ سب حالات مجلس دار المصنفین (اعظم گڈھ) کی کتابوں سے لیے ہیں، جو پوری تفصیل پڑھنی چاہیں وہ اصل کتابیں مطالعہ کریں یعنی سلسلۂ "سیر الصحابہ" جس کی دس ضخیم جلدیں ہیں۔

الیاس احمد مجیبی

۱۷- نومبر سنہ ۱۹۴۵ء

مہاجرین رضؓ و انصار

"مہاجرین و انصار" قرآن مجید کے الفاظ ہیں اور تاریخ ملت اسلامیہ کی اصطلاحیں اور حبیب خدا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے خاص۔ وہ صحابہؓ جن کے دم قدم، پختہ ارادے، نیک نیتی، اور اُن کی پاکیزہ مبارک زندگی نے ساری دنیا میں اسلام پھیلایا جنھیں دیکھ کر اور برت کر ہی لوگوں نے اسلام کو جانا پہچانا۔ اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں دنیا والے عجیب وہموں اور دھوکوں میں پڑے ہوئے تھے، مگر جب سچے اسلامیوں سے اُن کا واسطہ پڑا تو آنکھیں کھل گئیں، سمجھ میں آیا کہ سچ مچ اسلام ہی وہ دولت ہے، دین اور دنیا کا وہ نظام ہے جس میں نہ کور کسر ہے اور جو رہتی دنیا تک دنیا کے لیے رحمت و برکت ہے۔ اسلام روح کی صفائی کے طریقے ہی بتاتا ہے اور دنیا میں بھلے مانسوں کی طرح کا رہن سہن بھی سکھاتا ہے، اُس کا نہ کسی سے بیر ہے نہ اُسے کسی سے نفرت۔ عبادتوں، ریاضتوں اور جان مال کی قربانیوں یا جہاد کا اسلام میں بس ایک ہی بنیادی

مقصد ہے اور وہ ہے اپنے خالق، اپنے رب کی مرضی خوشنودی حاصل کرنا۔
اسی اسلام کی ہو بہو تصویریں تھیں مہاجرین و انصار کی مبارک جانیں رضی اللہ عنہم
اب اس بات کو ذہن میں رکھیے اور آگے کی ہماری بات سمجھیے۔

دو ڈھائی برس کی بات ہوتی ہے ہندوستان ٹبا، پاکستان بنا اور کچھ ایسا پیچ پڑا کہ ان دیکھی باتیں دیکھنے میں آئیں، انسانوں کا کیا انسانیت کا خون بہا، ایسا ایسا کہ زمین آسمان ہل گئے، پناہ مانگنے لگے، اور شرافت گریبان شرم وحیا میں منہ چھپانے لگی —— وہ بھیانک اور گھناؤنے سمے خدا کبھی نہ دکھائے۔ ان باتوں کو پھیلا کر ہم ایسے کیا لکھیں، لکھنے والے لکھتے ہی رہیں گے ہمیں تو ضرورتاً یہاں بس اشارہ کرنا تھا۔ مطلب یہ کہ اس غدر میں بہتیرے اللہ کے بندے تو اللہ کو پیارے ہوئے جن کا تصوّر کر کے دل بیٹھنے لگتا ہے جو بچے جیسے تیسے پاکستان آپڑے۔ افسوس کہ اس دکھ بھری کہانی کا سلسلہ پھر بھی جاری رہا، اس آپا دھاپی میں اور بے شمار مسلمان حالات سے عاجز آکر اپنے مال اسباب، گھر بار سے بے خطا بے دخل اور دیس بدیس ہوئے اور پاکستان ان کا وطن قرار پایا۔ ان سب مسلمانوں نے مہاجرین کا مبارک لقب پایا اور پاکستانی علاقے کے قدیم باشندے انصار کہلائے +

بے شبہ پاکستانی مسلمانوں کے ان دونوں طبقوں میں ناگہانی مصیبتوں اور باہمی امداد و اعانت کی وہ جھلک دیکھنے میں آئی جو مہاجرین و انصار صحابہ

رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگیوں کا امتیازی نشان ہے۔ اس لیے کسی نہ کسی طرح پاکستانی مسلمانوں کو جو یہ لقب مِل گئے تو اِن مبارک لقبوں کی لاج بھی رکھنی لازم ہے۔ اگر یہ نہیں اور اِس نام سے جا بے جا مادّی فائدے اُٹھانے ہیں تو نہ دُنیا میں ایسوں کو کوئی عزت کی نگاہ سے دیکھے گا نہ بہ ظاہر خدا کے ہاں اُن کے بارے میں کوئی اچھی توقع کی جا سکتی ہے۔ ویسے اللہ کی رحمتیں برکتیں بے حساب ہیں، خبر نہیں کس بہانے بیڑا پار لگا دے۔

جب تک یہی نہ معلوم ہو کہ اُس مبارک زمانے کے مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کیا اور کیسے تھے، اُن کی سی باتیں کوئی کیوں کر سیکھے ضرورت تو اِس بات کی ہے کہ موجودہ حالات سے ہر چھوٹے بڑے کو سبق لینا چاہیے، مگر بڑوں سے کچھ عرض کرنے کا نہ ہمارا منہ نہ حوصلہ اور صاحب سچ یہ ہے نہ اُن سے کچھ آسرا۔ لے دے کر ہم تو قوم کے نونہالوں پر ہی بھروسا کئے بیٹھے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں۔ نئی نسل یا ہماری نئی پود ہی دین دُنیا کے ہمارے کام سنبھالے گی۔ اور اپنے اسلاف یعنی بزرگوں کی یاد پھر تازہ کرکے رہے گی، اِس لعنتی اور تاریکی کے زمانے میں نورِ اسلام سے دُنیا کو پھر جگمگائے گی ✧

یہ کتاب اِس سے پہلے "ستارے" نام سے چھپ چکی ہے۔ اب اسکے وقت کی رعایتوں سے بہتیرے مفید اضافے کئے ہیں،

مناسب ترمیمیں کی ہیں اور نام بھی بدل دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی مجھ سے ناچیز و نااہل کی اس کوشش کو بچّوں کے حق میں اکسیرِ ہدایت ثابت کرے۔

یوں تو ہماری پچاسوں کتابوں کی اشاعت رُکی پڑی ہے مگر دوسری کتابوں کے مقابلے میں پہلے اس قسم کی چیزیں سامنے لانی ٹھیک معلوم ہوا کہ جب تک ہمارے نونہالوں اور نو عمروں کی سیرتوں کی تعمیر اور اخلاقی تربیت ہی کا سامان اور وسائل ہم نہ فراہم کرسکے تو اُن سے اوپر کی شان دار توقعات قائم کرنا ایک خواب سے زیادہ کچھ نہیں۔ اپنی سی کوشش میں کوتاہی کرنی خود ہماری بدتوفیقی ٹھیرے گی۔ اور آگے جو اللہ کی مرضی مگر بھولنے کی بات نہیں اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ اور وہی بھلی بُری نیّت کو خوب جانتا ہے۔

۲۹ر دسمبر ۱۹۴۹ء
۴۵ مارٹن روڈ۔ کراچی ۵

بچّوں کا دیرینہ خادم
الیاس احمد مجیبی

۱۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

حضرت زبیرؓ حضرت بی بی خدیجہؓ کے سگے بھتیجے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی، اور ہم زلف یا ساڑھو بھی تھے۔ ان رشتوں کے سوا اور بھی بڑے بڑے رشتے حضورؐ سے رکھتے تھے ــــــــ

حضرت عمرؓ دنیا سے سدھارنے لگے تو انھوں نے اپنے بعد خلافت کے لیے چھ۶ صاحبوں کے نام گنائے کہ ان میں سے کسی ایک کو اپنا خلیفہ چن لینا۔ ان چھ۶ میں سے ایک حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ ایک بار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ "زبیرؓ میرا حواری (نبی کے بہت قریب رہنے والا) ہے"۔ سچ مچ یہ راحت اور مصیبت ہر حال میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک رہے +

سولہ۱۶ برس کی عمر میں اسلام لائے، اس وقت تک شکل

(یہ) بزرگ مسلمان ہوئے تھے جو کافروں کے ہاتھوں طرح طرح ستائے جاتے تھے۔ یہ بھی نہ بچ سکے چچا چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھونی دیتا مگر یہ فرماتے کچھ ہی کرو پر اسلام کو چھوڑ نہیں سکتا ہوں۔ جب بہت تنگ کئے گئے تو ہجرت کر کے حبش چلے گئے، پھر مکہ میں آکر مدینے کو ہجرت کی۔ اللہ رسول کی راہ میں جنگ اور جہاد کا زمانہ آیا تو یہ اپنی جان لڑانے کا بہانہ ڈھونڈتے تھے، یہی پہلے غازی ہیں کہ اسلام دوستی میں سب سے پہلے ان کی تلوار میان سے نکلی۔ ماں نے شروع ہی سے کچھ اس طرح ان کی تربیت کی تھی یا ایسا کاڑھا تھا کہ بچپن ہی میں یہ اچھے اچھوں سے نہیں جھجکتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بڑے کڑیل جوان سے مُٹ بھیڑ ہوگئی' اس نے انھیں لڑکا جان کر دبانا چاہا اور ہاتھا پائی ہونے لگی، یہ ایسا داؤں چلے کہ اس کا ہاتھ جاتا رہا۔ اب لوگ حضرت صفیہ رض کے پاس ان کی شکایت لائے، انھوں نے پوچھا:۔ " اچھا پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے زبیر رض کو پایا کیسا:؟ بودا یا بہادر؟ "

خیبر میں ایک ایسے زبردست دشمن سے مقابلہ ہوا کہ حضرت صفیہ رض بھی کچھ گھبرائیں۔ بولیں:۔ " یا رسول اللہ آج میرے لال

کی خبر نہیں! پھر ممتا کے جوش میں آپ ہی آپ کہے گئیں کہ ہائے میرے جی کا ٹکڑا میرا سپوت، شہید ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حضرت زبیرؓ نے دشمن کو بہت جلد مار گرایا +

حُنین کی جنگ میں پوری ایک ڈلی کی ٹولی بے خبری میں اِن پر ٹوٹ پڑی لیکن اِنھوں نے بے دھڑک مقابلہ کیا اور سب کو مار بھگایا +

حضرت عمر فاروق رضہ کے زمانے میں مُلک شام کی مہموں میں بڑی شجاعت سے شریک ہوئے اور ہر جگہ کامیاب +

یرموک نامی جنگ میں کچھ غازیوں نے کہا: "آپ جو دشمن کی فوج میں پل پڑیں تو ہم ساتھ دیں گے، یہ بے دھڑک دشمن کی فوج کو چیرتے پھاڑتے، مارتے گراتے اِس پار سے اُس پار نکل گئے۔ اُدھر سے پلٹے تو بے حد زخمی ہوئے، پھر بھی جان بچا لائے۔ مُلک شام فتح ہوگیا تو مسلمانوں نے مصر پر حملہ کیا، فرما نامی قلعہ پر کوئی سات مہینے تک لڑائی رہی۔ ایک دن حضرت زبیر رضہ سیڑھی لگا کر فصیل پر چڑھ گئے، کچھ اور غازی اِن کے ساتھ ہو گئے، اُوپر پہنچے سب نے تکبیر پکاری، باہر پورے

اسلامی لشکر نے اس زور سے تکبیر کا نعرہ لگایا کہ دشمن گھبرا گئے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے، سمجھے غازی اندر آ گئے۔ اتنے میں حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اندر کُود قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ اور آپ سچ مچ اسلامی فوج قلعے میں گھس آئی۔

شروع سے تجارت کرتے تھے جس میں خدا نے بڑی برکت دی تھی۔ جو کام کرتے کامیاب ہوتے، مالِ غنیمت بھی خوب ملا تھا۔ بہت سی جائداد خرید لی تھی۔ غرض مال و دولت میں بھی بہت بڑے تھے۔ لیکن خدا کی راہ میں ایسا لٹاتے کہ بہت سا قرض چھوڑ گئے جو آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نے جائداد اور ترکہ سے ادا کیا۔

بیوی بچوں سے بڑی محبت تھی۔ یہ ایک ایک کا خیال رکھتے۔ اولاد کی تعلیم اور تربیت کی نگرانی رکھتے تھے حضرت عبداللہ کو جنگ کے بھیانک موقعے دکھلاتے کہ ڈر نکلے اور جہاد کا شوق پیدا ہو۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۲۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ رضؓ کا خاندانی سلسلہ چھٹی ساتویں پُشت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مِل جاتا ہے۔ یہ سب سے پہلے آٹھ مسلمانوں میں سے ہیں اور حضرت عمر رضؓ نے اپنے بعد خلافت کے لیے جن چھؓ کے نام بتائے تھے اُن میں سے ایک ہیں ———— اسلام لائے تو خوب ستائے گئے۔ سگے بھائی نے رسّی سے باندھ باندھ کے مارا پیٹا ۔

اُحد کی لڑائی میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جان ہتھیلی میں لیے ہوئے تھے ۔ تیر برس رہے تھے ۔ یہ حضورؐ کے آس پاس پہرا لگائے مستعد کھڑے ، کبھی اپنے سینے اور کبھی اپنی ہتھیلیوں سے تیروں کی بوچھار کو روکتے اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر اپنی آڑ میں لیے ہوئے تھے ۔ اسی میں کسی نے تلوار کا وار کیا ، انھوں نے

بڑھ کر اپنے ہاتھ پر لیا۔ اُنگلیاں صاف ہوگئیں۔ مگر اس بات سے خوش ہوئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آنچ نہیں آئی۔ اس موقع پر ستّر سے اوپر زخم آئے تھے۔ دوسرے بڑے بڑے صحابہؓ ان کی دلیری کے قائل تھے۔ حضرت عمرؓ انھیں "صاحبِ اُحد" (اُحد والا) فرماتے تھے۔ یہ خود بھی ناز کرتے اور اُحد کے حالات مزے لے لے کر سُنایا کرتے تھے۔ اس کے بعد بھی اپنی لاجواب دلیری کے جوہر دکھلاتے رہے۔

شروع سے تجارت کرتے تھے، مدینہ شریف میں کھیتی بھی کی، یہ کام اتنا بڑھا کہ ایک ایک علاقے میں بیس بیس اونٹ سنچائی میں لگتے تھے، بہت کمایا، روزانہ آمدنی کوئی ہزار دینار تھی لیکن بڑی سادگی سے رہتے، کسی بات سے شان و شوکت نہ پائی جاتی۔ مال۔ دولت کو جوڑ کے نہیں رکھا، خدا کی راہ میں اور خدا کے بندوں کی خدمت میں لُٹاتے رہے۔

ہتوک نامی جنگ کے موقع پر بہت سا پیش کیا اِس پر۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے "فیاض" کا خطاب دیا تھا۔ عام طور پر بڑے فیاض تھے۔ لوگوں کی ضرورتوں کا خود ہی خیال کر کے بے مانگے دیتے تھے۔ مقروضوں کے قرضے ادا کر دیتے، بہت سے گھرانے آپ کی امداد پر گزران کرتے تھے، ایک بار اپنی ایک جائداد سات لاکھ میں بیچی اور نقد جو ملا وہ سب خدا کی راہ میں دے ڈالا۔ ایک دفعہ کوئی چار لاکھ جمع ہو گئے تو بے چین تھے کہ وہ کہیں ٹھکانے لگے۔ بیوی صاحبہ نے انھیں پریشان دیکھ کر کہا:- "تو پھر اسے بانٹ دیجئے" یہ سن کر بہت خوش ہوئے، اور اُسی دم پائی پائی اپنی قوم میں بانٹ دی۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۴۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رض کے ساتھ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر ایمان لائے۔ دوسرے مسلمان بھائیوں کی طرح یہ بھی بہت ستائے گئے۔ پہلے حبش کو پھر مدینے کو ہجرت کی ۔

جنگ اور جہاد میں کبھی اپنی جان کو جان نہ سمجھے۔ ہر وقت اسلام کی ترقی اور خدا رسول ؐ کے نام پر کٹنے مرنے کو تیار رہتے تھے۔ اُحد کی جنگ میں کوئی بیس گھاؤ ایسے آئے کہ آخر دم تک نشان نہ گئے۔ اسی لیے پانوں سے لنگ کرتے تھے ۔

تجارت سے بڑا لگاؤ تھا، شروع سے تجارت کرتے اور خوب کماتے تھے۔ مدینے میں حضرت سعد رض سے بھائی چارہ ہوا تو انھوں نے اپنا سب کچھ آدھا آدھا کرکے اپنے دینی بھائی کو پیش کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے شکریہ ادا کیا۔

دعائیں دیں اور فرمایا :۔ "مجھے تو بازار کا راستہ بتا دو۔ یہ سب کچھ آپ کو مبارک !" لوگوں نے آپ کو ایک مشہور بازار پہنچا دیا۔ دن بھر لین دین کرتے رہے۔ شام کو جب گھر آئے تو کچھ سامان نفع میں بچا لائے۔ اسی طرح برابر کرتے رہے، تھوڑے دنوں میں اچھّی پونجی جُڑ گئی اور اچھا کاروبار چلنے لگا۔ خدا نے بڑی برکت دی تھی۔ فرماتے کہ پتّھر اُٹھاتا ہوں تو سونا پاتا ہوں ‫.

بے شمار دولت تھی مگر اپنی جان کے لیے نہیں، وہ اللہ ہی کی راہ میں خرچ ہوتی تھی۔ وفات کے وقت پچاس ہزار نقد اور ایک ہزار گھوڑے خیرات کئے۔ ایک موقعے پر اپنا ٹھیک آدھا مال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا۔ دو۲ بار چالیس۴۰ چالیس۴۰ ہزار۔ ایک دفعہ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ پیش کئے، عام خیر خیرات کا یہ حال تھا کہ ایک ایک دن میں تیس۳۰ تیس۳۰ غلام آزاد کر دیتے تھے، ایک دفعہ ان کا ایک تجارتی قافلہ مدینے پہنچا۔ سات سو۷۰۰ اونٹوں پر تو

صرف آٹا اور گیہوں لدا تھا۔ مدینے بھر میں شور مچ گیا۔
انھوں نے وہ سب کا سب بلکہ اونٹوں کے کجاوے تک اللہ
واسطے بانٹ دیئے ۔

آخر عمر میں سب سے الگ تھلگ بس اپنے گھر میں رہتے
اللہ اللہ کیا کرتے اور کسی سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے ۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت سعدؓ انیس۱۹ برس کی عمر میں اسلام لائے۔
اس وقت تک بس چھ سات ہی بزرگ مسلمان ہوئے
تھے۔ اسی دن سے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے ہو رہے
سب سے دور خدا کی یاد میں گم رہا کرتے، ایک دفعہ
آبادی سے باہر ایک جگہ عبادت میں تھے، چند کافر ادھر
سے گزرے اور ان کی ہنسی اڑانے لگے۔ اُن دنوں مسلمان
بہت بے بس تھے۔ اور چھپ چھپ کر خدا کا نام لے پاتے

تھے لیکن حضرت سعد رضؓ کو اُن لوگوں کی بدتمیزی پر طیش آگیا اور اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا ایسی تو ماری کہ اُن میں سے ایک کا سر ہی پھٹ گیا ۔

مدینے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں ایک بار دشمن کی دیکھ بھال کے لئے باہر بھیجا۔ یہ دُور تک نکل گئے اور قریش کی ایک ٹولی سے مُٹ بھیڑ ہو گئی۔ لڑنے کا حکم نہ تھا مگر یہ ضبط نہ کر سکے اور ایک تیر سر کر دیا۔ خدا کی راہ میں یہ پہلا تیر تھا جو حضرت سعد رضؓ نے اسلام کے دشمنوں پر چلایا ۔

بدر اور اُحد کی جنگوں میں دشمنوں کے بڑے بڑے سردار ان کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے ——— رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضور کے جانشینوں کے زمانے میں بھی جنگ اور جہاد میں بڑا نام پایا ۔

ملک عراق پر چڑھائی ہوئی تو یہی اسلامی لشکر کے سردار بنائے گئے۔ وہاں گھمسان کا رن پڑا ۔ دشمن کا سپہ سالار

رستم نامی مارا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں پورے عراق کو سر کرکے چھوڑا۔ عراق کا دار السلطنت مدائن بڑی شان سے فتح کیا۔ دجلہ نامی دریا کا پل دشمن نے توڑ دیا مگر اُنھوں نے دریا میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ اِن کے ساتھ اسلامی فوج بھی دریا میں کود پڑی۔ اب غازی بہت اطمینان سے باتیں کرتے دریا کو پار کر رہے تھے۔ ایرانی یہ نقشہ دیکھ کر گھبرا گئے اور یہ کہتے ہوئے بری طرح بھاگے کہ ارے یہ تو جن آ گئے جن! غرض بڑی شان سے اسلامی لشکر مدائن میں داخل ہوا۔ ایران کا بادشاہ پہلے ہی بھاگ گیا تھا، بے شمار مال شاہی محل میں چھوڑ گیا تھا۔ حضرت سعد رضہ نے کچھ کچھ مدینے کو روانہ کی جو اسلامی خزانے میں داخل ہوئی اور کچھ غازیوں کو مالِ غنیمت میں ملی۔

حضرت عمر رضہ نے انھی کو عراق کا حاکم بنایا۔ اُنھوں نے ملکی انتظام بھی ایسا کرکے بتایا کہ سب قائل ہو گئے۔ مدائن کی آب و ہوا مسلمانوں کو موافق نہیں آئی تو خلیفہ کی اجازت سے

۳۲۲۳۴

ایک نیا شہر کوفہ نامی آباد کیا +

اتنے بڑے آدمی لیکن شان وشوکت نام کو نہ تھی بڑی سادگی سے رہتے سہتے اور اپنا کام آپ ہی کر لیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اپنی بکریاں خود ہی دُوہ لیتے تھے +

اپنے سردار کی اطاعت ایسی کی جو بہت مُشکل ہی۔ حضرت عمرؓ نے ایک مُدت کے بعد کچھ سوچ کر اِنھیں عراق کی گورنری سے ہٹا کر مدینے بُلا لیا۔ اگر یہ نہ چاہتے تو مُشکل ہی پڑتی اور بہت سی جانیں کام آتیں یا نہ جانے کیا ہوتا لیکن خلیفہ کے حُکم کے آگے اِنھوں نے سر جُھکا دیا، دَم نہ مارا اور خوشی سے جگہ خالی کر دی۔ ایک دفعہ خلیفہ کے حکم سے کوفے میں اِن کا محل جلا دیا گیا۔ یہ چُپ تماشا دیکھا کیئے، چُوں نہ کی +

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بعیت کر لی۔ مگر گوشہ نشین ہو گئے۔ اِن کے صاحب زادے حضرت عمر بن سعدؓ نے کہا:۔ "یہ بھی کوئی بات ہے کہ اور سب تو بادشاہت اور حکومت کے لیے اپنی

قسمت آزمائیں اور آپ جنگل میں اونٹ چرائیں!" انھوں نے بیٹے کے ایک دوہتڑ مارا، ڈانٹا کہ خدا غنی اور متقی کو پیار کرتا ہے۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۵ حضرت ابُو عبیدہ بن جرّاح رضی اللّٰہ عنہ

حضرت ابُو عبیدہ رض کا خاندانی سلسلہ پانچویں پُشت میں رسولِ خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے مِل جاتا ہے۔ پہلے حبش پھر مدینے کو ہجرت کی۔

بدر کی لڑائی میں اِن کے والد قریش کی طرف سے آئے تھے۔ بار بار اِنھی پہ وار کئے جاتے تھے اور یہ ٹال رہے تھے۔ مجبور ہو گئے تو ایسا کاری حملہ کیا کہ اُس کا کام تمام ہو گیا اس پر اللّٰہ میاں نے غازیوں کی تعریف میں ایک آیت اُتاری کہ "یہ پاک بندے خدا کے آگے کسی کی پرواہ نہیں کرتے، نہ کسی اور کو عزیز رکھتے ہیں۔"

مشہور مہم "ذات السلاسل" میں حضرت عمرو بن عاص رض

کی امداد کے لیے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور فوج بھیجی، اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ جیسے بزرگ شامل تھے۔ اِس امدادی فوج کا سردار حضرت ابو عبیدہ رضؓ کو بنایا لیکن موقعے پر پہنچے اور وہاں حضرت عمرو رضؓ اپنی ہی سرداری کے لیے اڑ گئے تو اِنھوں نے آپس میں پھوٹ پڑنے کے ڈر سے اُن کی سرداری قبول کر لی اور ایک سپاہی کی طرح ایسے لڑے کہ دشمن کی فوجیں تتر بتر کر کے چھوڑیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے زمانے میں ملک شام میں جگہ جگہ اسلامی فوجیں پھیل گئیں۔ لیکن خلیفہ کا حکم تھا کہ سب فوجیں ایک جگہ ہو جائیں تو سب کے سردار ابُو عبیدہ رضؓ ہوں گے۔ اِنھوں نے سب فوجوں کے ساتھ دمشق پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ دشمن نے مارے ڈر کے ہتھیار ڈال دیے۔

دمشق کے بعد فحل نامی مقام پر بڑا معرکہ رہا۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے دشمن کی پچاس ہزار شاندار فوج کو ہرا کے چھوڑا۔ پھر چھوٹے بڑے اور مقام بھی ایک ایک کر کے

سر کئے ۔ اِس کے بعد یرموک میں بہت زبردست رن پڑا ، رومیوں نے بے شمار تازہ دم فوجیں اکٹھا کی تھیں ۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ رضؓ ایسی قابلیت سے لڑے کہ دشمن کے ستّر ہزار سورما کھیت رہے ۔ یرموک کے بعد رہے سہے مقام بھی سَر ہو گئے ۔ بیت المقدّس کو حضرت عمرو بن عاصؓ گھیرے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے مگر ابھی تک فتح نہ ہوا تھا ، اب حضرت ابوؓ عبیدہ رضؓ نے اُدھر کا رُخ کیا ، عیسائی تنگ آچکے تھے ، اُنھیں خبر لگی تو صلح کا پیام بھیجا اور بہت آسانی سے بے لڑے بیت المقدّس بھی اسلامی حکومت میں داخل ہو گیا ۔

جب سارا مُلک شام فتح ہو گیا تو حضرت ابوؓ عبیدہؓ ہی وہاں کے گورنر بنائے گئے ۔ عام طور پر لوگ آپ کے انتظام اور رکھ رکھاؤ سے خوش رہے ۔ عام برتاؤ ایسا تھا کہ لوگ انھیں بس دیکھ دیکھ آپ سے آپ مُسلمان ہو جاتے تھے ۔

اتنے بڑے جرنیل، اتنے بڑے گورنر لیکن رہن سہن ایسا سادہ کہ لوگ پہچان نہ پاتے۔ باہر کے لوگوں کو پوچھنا پڑتا تھا کہ مسلمانوں کے سردار کون صاحب ہیں۔ شام میں رہتے رہتے مسلمانوں میں کچھ شان و شوکت کا انداز آگیا تھا لیکن یہ گورنر ہو کر بھی قدیم اور خالص عربی رنگ میں رنگے رہے۔ غیر مذہب والے بھی آپ کو بہت چاہتے تھے۔ عیسائیوں کو اُن کی نماز کے وقت ناقوس بجانے اور سال میں ایک بار عید کے دن صلیب کا جلوس نکالنے کی اجازت دی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ شامی اپنے ہم مذہب رومیوں کے دشمن ہو گئے +

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

۷۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت سعیدؓ کے والد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انتقال کر چکے تھے، وہ بتوں کی پوجا کو برا جانتے اور اُن دنوں جو اور بہت سی بُری باتیں پھیلی ہوئی تھیں

اُن سے بھی بہت بے زار تھے۔ لوگوں کو سمجھایا کرتے اور اُن بے ہُودہ باتوں سے بچانے کی کوشش کرتے تھے۔

یوں تو گوشہ نشین اور بس اللہ اللہ کرنے والے بزرگ تھے۔ مگر اللہ کی راہ میں جان کے سودے اور جنگ و جہاد کا موقع آتا تو کسی سے پیچھے نہ رہتے۔ حکومت یا عہدے کی تمنّا نہ تھی۔ خدا کی راہ میں بس اپنی جان سے کھیلنا ہی بھلا معلوم ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کئی بار گورنری دینی چاہی، لیکن قبول نہ کی۔ حضرت عثمان رضؓ نے بھی چاہا انھوں نے پھر انکار کر دیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے دمشق فتح کر لیا تو انھیں زبردستی وہاں کا حاکم بنایا۔ مگر یہ جہاد میں شرکت کرنے کے بہانے ڈھونڈتے تھے، جب رہا نہ گیا تو حضرت ابو عبیدہ رضؓ کو لکھا کہ مہربانی کر کے آپ فوراً کسی اور کو یہاں بھیج دیجئے جو اس عہدے کو چاہتا ہو، میں تو جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پھر آپ کے جانشینوں کے زمانے میں شام کی فتح تک برابر جہاد میں شریک رہے۔ اس کے بعد بالکل گھر میں بیٹھ رہے، کسی بات سے کچھ سروکار نہ رکھا۔ بس دن رات اللہ اللہ کیا کرتے تھے۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

۷۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

حبیبِ خدا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچا، ایک رشتے سے حضورؐ کے خلیرے اور ایک طرح سے رضاعی بھائی بھی تھے۔ عمر میں آں حضرت صلعم سے بس دو برس بڑے تھے۔ بچپن سے تیر کمان ڈھال تلوار، کشتی، پہلوانی اور سیر شکار ہی میں ان کا جی زیادہ لگتا تھا۔

حضرت امیر حمزہ رضؓ کو اسلام لائے چند ہی دن ہوئے

تھے ، ایمان والوں میں بس گنتی کے کچھ لوگ تھے، ایک دن حضرت عمرؓ تلوار لگائے دکھائی دے جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے بلکہ یہ وہی دن تھا جب وہ توبہ توبہ حضورؐ کا کام تمام کرنے کو نکلے تھے۔ دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ صحابیوں کو فکر ہوئی، لیکن حضرت امیر حمزہ رضؓ نے فرمایا:۔ "آنے دو، محبت سے آیا ہے تو خیر، نہیں تو اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑوا دوں گا"۔

بدر کے غزوے میں قریش کے بڑے بڑے سردار آپ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے تھے۔ اُحد میں وہ سب سے زیادہ انھی کی گھات میں تھے۔ ہونے والی بات اُن کا داؤں چل گیا، یہ شہید ہوئے ۔ اس پر کافروں کی عورتوں نے خوشی کے گیت گائے ، ایک نے ان کے ناک کان کاٹ کر گلے میں لٹکائے اور پیٹ پھاڑا اور اور جگر نکال کے چبا ڈالا۔ کفن دفن کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو حضورؐ کا

دل بھر آیا۔ فرمایا :۔ تم پر خدا کی رحمت، تم رشتہ داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے، اور نیک کاموں میں آگے آگے رہتے تھے "۔

حضرت صفیہ اِن کی بہن نے کفن کے لئے دو چادریں دیں۔ پاس ہی ایک اور مسلمان کی لاش پڑی تھی اِن کے بھانجے زبیر رضؓ نے دونو میں بانٹ دیں۔ اب ایک چادر سے سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتے، پاؤں چھپاتے تو سر کھُل جاتا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔ " اچھا تو چادر سے چہرہ چھپا دو اور پاؤں گھاس اور پتّوں سے ڈھک دو "۔

فتح مکّہ کے موقع پر اِن کے قاتل وحشی نے اسلام قبول کیا۔ رسولِ خدا نے پوچھا تمھی نے حمزہ رضؓ کو شہید کیا تھا؟ وہ بولے :۔ " آپ نے جو سُنا ہے ٹھیک ہے "۔ حضورؐ نے فرمایا :۔ " کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے چھُپا سکتے ہو؟ " وحشی کو تمام عمر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جانے

ہمّت نہ ہوئی —— لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے زمانے میں وحشی نے مسیلمہ[1] کذّاب کو قتل کر کے اس نقصان کا بدلہ پیش کیا ٭

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امیر حمزہ رضؓ کی شہادت کا بے حد صدمہ تھا۔ اُحد سے جب حضورؐ واپس ہوئے تو ایک قبیلے کی بی بیوں کو اپنے شہید عزیزوں پر روتے اور بین کرتے سُنا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا:۔ "افسوس! حمزہ رضؓ پر رونے والیاں نہیں!" انصار صحابہؓ نے اپنی بیویوں کو حضورؐ کے ہاں بھیجا۔ اب تو اُن بی بیوں نے وہ وہ بین کئے کہ سب پھوٹ پھوٹ کے رونے لگے ٭

اسی حالت میں آں حضرت کی آنکھ لگ گئی، حضورؐ دیر پیچھے جاگے تو دیکھا وہ بی بیاں اسی طرح رو پیٹ رہی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: "اب اِن سے کہو کہ واپس جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر بین نہ کریں" ٭

---

(۱) مسیلمہ نے اپنے نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔

کہتے ہیں جب سے مدینے میں یہی چلن ہو گیا کہ جب کسی مرنے والے پر عورتیں روتیں تو پہلے حضرت امیر حمزہ رضؓ پر آنسو بہا لیتی تھیں ٭

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

۸۔ عمِّ رسولؐ حضرت عباس رضی اللہ عنہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور عمر میں بس دو برس حضورؐ سے بڑے تھے۔ فتح مکہ سے کچھ پہلے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور ہجرت کر کے مدینہ میں رہنے لگے۔ لیکن دل سے پہلے بھی اسلام اور اسلام لانے والے صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل تھے۔ ایسی ہی کچھ باتیں تھیں کہ ابھی تک مسلمان ہونا ظاہر نہیں کیا تھا ——

بدر کی جنگ میں اپنی مرضی کے خلاف قریش کی طرف شامل تھے۔ بدر میں قریش کو شکست ہوئی، بہت سے سردار قید ہوئے انھی میں حضرت عباس رضؓ بھی تھے ٭

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حکم ہوا۔ حضرت عباسؓ کی ماں انصار میں سے تھیں۔ انصار نے عرض کی۔ عباسؓ ہمارے بھانجے ہیں۔ ہم ان کا فدیہ چھوڑتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مساوات کے خیال سے یہ بات نہیں مانی اور چونکہ حضرت عباسؓ تھے مال دار اس لئے بھاری رقم فدیے میں لی گئی ؀

ضابطہ یہی تھا لیکن ویسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بہت لحاظ فرماتے تھے ———— اسی طرح حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ آپ کا بہت ادب کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ سواری پر ہوتے اور انھیں دیکھتے تو تعظیم کو اتر پڑتے۔ حضرت عمرؓ اکثر معاملات میں ان سے مشورہ لیتے اور قحط پڑتا تو ان سے دعائیں کراتے تھے۔ ایک بار قحط پڑا حضرت عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر دعا کی ۔" خدایا پہلے ہم

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے حاضر ہوتے تھے اب ہم حضورؐ کے بزرگ چچا کا وسیلہ لے کر آئے ہیں۔ ان کی برکت سے ہم کو سیراب کر" حضرت عباس رضؓ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو یکایک کھلے آسمان پر بادل منڈلانے لگے اور ایسی بارش ہوئی کہ سارے میں جل تھل ہوگیا۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

۹۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

حبشی غلام تھے مگر اسلام میں ان کا وہ رتبہ ہے کہ کہ مسلمانوں کے بادشاہ ان کی غلامی کا دم بھرتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے جو سات بزرگ ایمان لائے ان میں سے ایک یہ ہیں۔ سب سے پہلے مؤذن ہیں۔ آواز بھاری اور اثر والی تھی۔ ایسی کہ جب اذان دیتے تو بڑے اپنا کام دھندا اور بچے کھیل کود

چھوڑ چھاڑ اکٹھا ہو جاتے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہ مُلک شام کے ایک قصبہ خولان میں جا بسے تھے۔ وہیں اپنے دینی بھائی حضرت ابُو رویحہ رضؓ کو بُلا لیا، وہ بھی وہیں رہنے لگے وہیں ابُو درداء انصاری رضؓ اپنے خاندان سمیت پہلے سے رہ بس گئے تھے۔

حضرت بلال رضؓ نے حضرت ابُو درداء رضؓ سے رشتہ جوڑنا چاہا۔ اُن سے کہا:۔ "ہم دونو کافر تھے، خدا نے ہماری ہدایت کی۔ ہم غلام تھے ہمیں آزاد کرایا، ہم غریب تھے خدا نے ہمیں مال دار بنایا۔ اب تمھارے خاندان سے رشتے کی آرزو رکھتے ہیں۔ حضرت ابُو درداء رضؓ نے خوشی خوشی اپنی ایک لڑکی اِن کے ساتھ اور ایک ابُو رویحہ رضؓ کے ساتھ بیاہ دی۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ

حضرت جعفر طیّار رضی اللہ عنہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور حضرت علی رضؓ کے سگے بھائی اور عمر میں اُن سے کوئی دس سال بڑے تھے ۔

کافروں کے ظلم وستم سے تنگ آکر مسلمانوں نے حبش کو ہجرت کی تو قریش نے وہاں تک پیچھا کیا۔ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے۔ درخواست کی انھیں ہمارے ساتھ واپس کر دیں ، یہ اپنے باپ دادا کے دین سے ہٹ گئے ہیں۔ اِنھوں نے ایک نیا مذہب نکالا ہے۔ درباریوں نے بھی ہاں میں ہاں ملائی ، کیوں کہ اُنھیں پہلے سے ملا لیا گیا تھا۔ نجاشی نے بُلا کر پوچھا تو سب کی طرف سے حضرت جعفر رضؓ نے یہ تقریر کی :۔

بادشاہ سلامت ! پہلے ہم جاہل تھے ، بُتوں کو پُوجتے مُردار کھاتے ، بدکاریاں کرتے ، پڑوسیوں کو ستاتے اور

غریبوں کو تنگ کرتے تھے ، اسی میں خدا نے ہم ہی میں ایک رسولؐ بھیجا ، اُس کی شرافت ، سچائی ، دیانت اور نیکی کو ہم پہلے سے خوب جانتے تھے ۔ اُنھوں نے ہم کو شرک اور بتوں کی پوجا سے روکا ، ایک خدا کو منوایا ۔ سچائی ، امانت داری ، پڑوسیوں اور رشتے داروں سے محبت کرنا سکھایا ، جھوٹ بولنے ، خون کرنے ، یتیم کا مال کھانے شریف عورتوں کو بدنام کرنے سے روکا ۔ ہم ان کے بتائے سے ایک خدا پر ایمان لائے ۔ نماز پڑھنا ، روزے رکھنا اور زکوٰۃ دینا سیکھا ، حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا ۔ اس پر یہ لوگ ہماری جان کے لاگو ہو گئے ، ہمیں ایسا ایسا ستایا کہ تنگ آکر ہم نے یہاں آکر دم لیا ۔"

نجاشی نے کہا : "تمھارے نبیؐ پر جو کتاب اتری ہو اسؐ میں سے کچھ سناؤ ۔" حضرت جعفرؓ نے سورہ مریمؑ کی چند آیتیں تلاوت کیں ۔ نجاشی پر بہت اثر ہوا ۔

بولا :۔ "خدا کی قسم" یہ اور توراۃ ایک ہیں"۔ اور قریش کے ایلچیوں کی درخواست رد کردی۔

اُن لوگوں نے پھر کوشش کی ۔ نجاشی کو بھڑکایا کہ آپ جانتے ہیں ، یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں ؟ نجاشی نے مسلمانوں کو پھر بلایا اب کچھ فکر سی ہوئی لیکن حضرت جعفرؓ نے کہا :۔ "کچھ بھی ہو پر خدا اور خدا کے رسول صلعم نے جو کچھ بتایا ہے ہم وہی کہیں گے ، اس سے ہٹیں گے نہیں"۔ دربار میں پہنچے تو نجاشی نے پوچھا :۔ "حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں تمھارا کیا عقیدہ ہے ؟" حضرت جعفرؓ نے جواب دیا :۔ "ہم اُنھیں خدا کا بندہ ، خدا کا پیمبر اور خدا کی رُوح مانتے ہیں"۔ نجاشی نے کہا :۔ "واللہ عیسٰیؑ بن مریمؑ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں"۔

ؕ۷ھ ہجری میں حبش سے مدینہ آ گئے ——

ؕ۸ھ ہجری میں موتہ کے غزوے میں شہادت پائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہیں :۔ میں نے جعفر رض کی لاش کو دیکھا تو پچاس زخم سامنے تھے۔ ویسے پورے بدن پر نوّے سے اوپر زخم تھے، لیکن پُشت پر ایک زخم نہ تھا ۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۱۱۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

یمن کے ایک معزّز گھرانے سے تھے۔ لیکن بچپن میں لُٹیروں کے ہتّھے چڑھ گئے، اُنھوں نے غلام بناکر بیچ ڈالا۔ خدا کا کرنا ہوتے ہوتے حضرت خدیجہ طاہرہ رض کو مل گئے اور اُنھوں نے حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا۔ حضورؐ نے اِنھیں آزاد کردیا مگر یہ برابر آپ ہی کی خدمت میں رہے ۔

اِن کے والد اِن کے غم میں جان ہلکان کرنے لگے۔ ایک برس بعد پتہ چلا تو اِنھیں لینے آں حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے حضرت زید رضؓ کو بلا کر فرمایا :۔ "تمھیں اختیار ہے" حضرت زیدرضؓ نے دو ٹوک جواب دے دیا کہ اب تو آپ ہی میرے ماں باپ ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کے جوش میں اعلان کیا :۔ "زید آج سے میرا بیٹا ہے، وہ میرا وارث اور میں اس کا وارث" اس بات سے حضرت زید رضؓ کے والد کا دکھی دل خوش ہوگیا۔ اور وہ خوشی خوشی واپس چلے گئے ——— کچھ دنوں بعد قرآن مجید کے حکم سے زیدؓ بن محمدؐ کی جگہ زید بن حارثہ کہلانے لگے ——— غلاموں میں سب سے پہلے مسلمان ہیں۔

کافروں کے مقابلہ میں جان کو ہتھیلی پر لیے رہتے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں :۔ "جس فوجی مہم میں زید رضؓ شریک ہوتے اس میں سرداری انھی کو ملتی تھی۔ بہت سے معرکوں میں شریک ہوئے اور کامیاب لوٹے۔

ایک بار مسلمانوں کا ایک تجارتی قافلہ لٹیروں میں

پھنس گیا ۔ قافلہ بُری طرح لٹا ۔ اور بہت سے مُسلمان ستائے گئے ۔ حضرت زید رضؓ جیسے تیسے جان بچا کر نکل آئے ۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دُکھ ہوا اور آپ نے حضرت زید رضؓ کی سرداری میں ایک چھوٹا سا لشکر لٹیروں کو سزا دینے کے لیے بھیجا ۔ یہ اچانک ڈاکوؤں پر جا پڑے ۔ اور انھیں بھرپور سزا دے کر واپس آئے ۔ حضورؐ نے خوش ہو کر انھیں گلے لگایا اور پیشانی کو چوما ۔

ایک بار حضرت حارث رضؓ بن عمیر نامی ، ایک بزرگ بصریٰ کے بادشاہ کو اسلام کا پیام پہنچا کر واپس آ رہے تھے کہ دمشق کے قریب موتہ نامی مقام پر دشمنوں نے انھیں گھیر کر شہید کر دیا ۔ اِس بات سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دُکھ ہوا ۔ حضورؐ نے تین ہزار اسلامی سورماؤں کا ایک لشکر بھیجا ۔ اُس لشکر میں حضرت جعفر رضؓ جیسے بزرگ بھی تھے ۔ لیکن سرداری حضرت زید رضؓ کو ملی ۔

دشمن کو پہلے خبر لگ گئی تھی۔ مقابلے کو ایک لاکھ ٹڈی
دل چھا گیا۔ گھمسان رن پڑا۔ مقابلہ بہت سخت تھا۔
حضرت زید رض جوش میں پیدل ہی دشمن پر ٹوٹ پڑے
اور شہید ہوئے۔ اُن کی صاحب زادی باپ کے غم میں
پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں تو آں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا دل بھر آیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنا روئے
کہ ہچکی بندھ گئی ✤

آں حضرت ؐ نے آخری حج سے واپس آ کر حضرت زید رض
کے صاحب زادے حضرت اُسامہ رض کی سرداری میں ایک
اور لشکر کا انتظام کیا۔ حضرت اُسامہ رض ابھی کم سِن تھے،
کچھ بزرگوں نے اعتراض کیا۔ آپ نے فرمایا:- "تم لوگ
اِس سے پہلے اُسامہ رض کے باپ کی سرداری پر بھی طنز
کرتے تھے۔ خدا کی قسم زید رض بڑا ہی پیارا آدمی تھا، اور
وہ سرداری کا بھی حق دار تھا۔ اُس کے بعد اُسامہ رض مجھ
کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔"

بے حد وفادار اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہر بات کے لیے خوشی خوشی تیار رہتے تھے ـــــ

ام ایمن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی تھیں حضورؐ ان کا بہت خیال فرماتے تھے اور ''اماں'' کہہ کر پکارتے تھے ایک بار آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو وہ ام ایمن سے نکاح کرلے۔ وہ اچھی بڑی عمر کی بی بی تھیں۔ لیکن حضورؐ کی خاطر حضرت رضؓ نے ان سے نکاح کر لیا، انھی سے حضرت اسامہ رضؓ پیدا ہوئے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی، ام المؤمنین حضرت میمونہ رضؓ کے سگے بھانجے تھے۔ اس رشتے سے خالہ کے گھر آتے جاتے اور اکثر رات بھی انھی کے

گھر رہ جاتے تھے۔ یُوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فیض پانے کے بہت سے موقعے ملے۔ ایسا بھی ہوتا کہ چھوٹا موٹا کام بھی کرنے کا موقع مل جاتا۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے اٹھے۔ اِنھوں نے وضو کو پانی رکھ دیا۔ معلوم ہوا تو حضورؐ نے خوش ہو کر دعائیں دیں، اور فرمایا:۔ " یا اللہ اِسے دین کی سمجھ اور قرآن کی تفسیر کا علم دے۔" یہ اِن کے بچپن کا زمانہ تھا۔

شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے تھے۔ جب کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنو ہاشم گویا قید تھے۔ حضرت عباس رضؓ نے تو فتح مکّہ سے کچھ پہلے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ مگر اِن کی ماں حضرت اُم فضل شروع ہی میں ایمان لے آئی تھیں۔ یوں گویا اسلام ہی کی گود میں پلے اور اللہ رسولؐ کی لوریاں سُنیں۔

اُس زمانہ کے عالموں میں ان کا درجہ بہت ہی بڑا ہے۔ کوئی علم ایسا نہ تھا۔ جس میں کمال حاصل نہ ہو۔ ایک

بزرگ شفیق نامی فرماتے ہیں کہ ایک بار انھوں نے سورہ نور کی تفسیر بیان کی۔ اُس سے پہلے اس سے اچھی تفسیر نہ سُنی تھی، اگر اُسے فارس اور روم والے سُن لیتے تو انھیں اسلام سے کوئی چیز نہ روک سکتی ———

حضرت عمرؓ انھیں بڑے بڑے عالموں کے برابر جگہ دیتے تھے اور اکثر دینی باتوں میں ان سے رائے لیتے تھے جگہ جگہ آپ کے علم کا چرچا تھا اور دور دور سے لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ شاگرد ہزاروں سے اُوپر تھے۔ ہر مضمون پڑھانے کے لیے ایک ایک دن مقرر کر دیا تھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی حضورؐ کی باتیں کر کر کے رویا کرتے تھے۔ ایک دن بولے "آج جمعرات ہے! کون جمعرات!" مُنہ سے بس اتنا ہی نکلا تھا اور بات ابھی پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگے۔ اتنا روئے کہ سامنے

جو کنکریاں پڑی تھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا:- اسی دن سے حضور ؐ کی بیماری نے زور پکڑا تھا۔

اسی انداز سے حضور ؐ کا ادب کرتے تھے۔ نماز میں بھی آپؐ کے برابر کھڑا ہونا بے ادبی سمجھتے تھے۔ ایک بار آخر شب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوئے یہ بھی آکر پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضور ؐ نے ہاتھ پکڑ کر انھیں اپنے برابر کر لیا۔ لیکن جب نماز شروع ہوئی تو پھر اپنی جگہ پر آ گئے۔ نماز کے بعد حضور ؐ نے پوچھا تو عرض کی: بھلا کس کی مجال ہے کہ رسولِ خدا ؐ سے کندھے سے کندھا جوڑ کر کھڑا ہو۔ اس پہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان کے لیے دعا فرمائی۔

بات کی تہ اور موقعے کے بھلے برے کو خوب پہچانتے تھے، حضرت عثمان غنی رضؓ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہوئے انھوں نے

پچھلے عُہدہ داروں کو ہٹا کر نئے لوگوں کو بنانا چاہا۔ ان سے رائے لی تو انھوں نے کہا :۔ "اگر آپ معاویہ رض کو ہٹا دیں گے تو سارے مُلک میں غدر ہو جائے گا۔ اور وہ لوگ عراق اور شام کے لوگوں کو آپ کے خلاف کھڑا کر دیں گے اور بھی طرح طرح سے سمجھایا۔" لیکن حضرت علی رض نے فیصلہ کر لیا تھا، فرمایا :۔ "اب اِس ارادے سے ہٹنا ممکن نہیں ہے۔ حضرت علی رض نے اِنھیں حضرت معاویہ رض کی جگہ شام کا گورنر بنانا چاہا۔ اِنھوں نے اِنکار کیا اور یہی رائے دی کہ آپ معاویہ رض کو رہنے دیجئے اور اُنھیں اپنا بنا لیجئے۔ حضرت علی رض نے سختی سے جواب دیا :۔ " نہیں خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہوگا " آخر وہ ہی ہوا جو حضرت عبداللہ رض نے فرمایا تھا ۔

امیر معاویہ رض کے بعد ۶۰ھ ہجری میں جب یزید اُن کا جانشین ہوا، تو حضرت علی رض کے مُریدوں اور معتقدوں نے حضرت امام حسین رض کو کوفہ میں بُلایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رض نے انھیں بھی بہت روکا یہ کوفیوں کی بے وفائی سے خوب واقف تھے، بولے میرا دل کسی طرح نہیں مانتا، مجھے آپ کی تباہی کا ڈر ہی عراقیوں کے قول و قرار کا اعتبار نہیں بلکہ آپ کا یہیں رہنا مناسب ہی، ہاں انھیں لکھئے کہ پہلے وہ اپنے ملک سے دشمن کو نکال باہر کریں۔ یہ نہ ہو تو پھر یمن چلے جائیے۔ وہاں آپ کے باپ کا اثر ہی بہت ہے، مضبوط قلعے ہیں۔ وہاں دشمن سے دور بھی رہیں گے اور لوگوں کو اپنا ساتھی بنا سکیں گے۔ اس طرح آسانی سے کام بن جائے گا۔

حضرت امام حسین رض نے جواب دیا:۔ میں جانتا ہوں آپ میرے سچے خیر خواہ ہیں۔ لیکن کوفہ کے سفر کا میں نے پکا ارادہ کر لیا ہی اور تیاری ہو چکی ہی

حضرت عبداللہ رض نے پھر بڑی منت سے کہا:۔ " اچھا تو خدا را بیوی بچوں کو نہ لے جائیے۔ مجھے

ڈر ہے، کہیں آپ اُن کے سامنے ہی نہ کاٹ ڈالے جائیں
— آخر وہی ہوا جو اِن کا خیال تھا ؎

اِسی زمانہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکّہ میں اپنی خلافت کا دعویٰ کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مُرید اور معتقد بہت تھے۔ اِس لیے اِن سے خاص کر بیعت کے لیے زور دیا اور دھمکی بھی دی۔ یہ اس قسم کی سب باتوں سے الگ تھلگ رہتے تھے، سختی سے اِنکار کیا۔ مگر آپ بنی اُمیّہ والوں کی جگہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ہی خلافت کا حق دار سمجھتے تھے۔ ایک صاحب بولے :۔ "معلوم نہیں ابنِ زبیرؓ کو خلافت کا دعوی کس بنا پر ہے؟" اِنھوں نے فرمایا :۔ "کیوں نہیں، اُن کے باپ حواری رسولؐ تھے۔ اُن کے نانا ابوبکرؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار[1] تھے اُن کی ماں ذات النطاق تھیں

---

[1] رسول خدا صلعم ہجرت فرمانے لگے تو ساتھ میں حضرت ابو بکر صدیق رضؓ تھے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی صاحب زادی حضرت اسماءؓ نے ان مسافروں کیلئے (بقیہ صفحہ ۵۱ پر)

اُن کی خالہ اُم المؤمنین تھیں ، اُن کے باپ کی پھوپی حضرت خدیجہ رضؓ بھی اُم المؤمنین تھیں ۔ اُن کی دادی حضرت صفیہ رضؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی تھیں ۔ پھر وہ خود بھی پاک باز مومن ہیں اور قرآن کے قاری ✦

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۱۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ابھی چند ہی پاک بندے ایمان لائے تھے کہ حضرت عبداللہ مسلمان ہو گئے ۔ اُن دنوں کافروں کے ڈر سے مسلمان چوری چھپے قرآن شریف پڑھ پاتے تھے ۔ ایک دن مسلمان بھائیوں میں بات چیت ہوئی ، سب نے کہا خدا کی قسم قریش نے ابھی تک قرآن نہیں سنا ۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ آخر یہ کٹھن کام کون کرے ، یہ چھاتی ٹھونک کر

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۰) سفر میں کھانے کو ستو کی تھیلی دی اور جلدی میں اُسے اپنے ازار بند سے باندھا اسی دن سے وہ ذات النطاق مشہور ہوگئیں ۔

آگے بڑھے۔ سب نے انھیں روکا اور کہا :۔ "یہ تو وہ کرے جس کا خاندان بڑا ہو تاکہ دشمن کے ظلم سے بچ سکے۔ مگر یہ جوش میں بولے، نہیں مجھے چھوڑ دو اللہ مالک ہے ؂

غرض دوسرے دن یہ کافروں کے بھرے جتھے میں پہنچے اور بسم اللہ کے بعد قرآن شریف پڑھنا شروع کردیا۔ کافروں نے سُنا تو سب کے سب بھرے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے، اتنا مارا کہ چہرہ پھول گیا۔ لیکن یہ پڑھتے ہی گئے۔ واپس آئے تو بُرا حال تھا سب نے کہا :۔ "ہم اسی سے تو روکتے تھے"۔ بولے "خدا کی قسم، خدا کے دُشمن (مُشرک) میری نگاہ میں آج سے زیادہ کبھی اتنے ذلیل نہ تھے۔ میں کل پھر یہی کرنے کو تیار ہوں"

کوفے کے قاضی بنائے گئے اور خزانے کی افسری بھی ملی۔ مسلمانوں کی دینی تعلیم کے نگراں ہونے کے ساتھ

کوفے کے گورنر کے نائب بھی تھے۔ پورے دس سال تک مستعدی اور دیانت سے کام کیا۔ اُس زمانے میں حالات برابر بدلتے رہتے تھے۔ کوفے والوں نے بہت سے عہدہ داروں کو بدلوایا مگر اِن سے کسی کو کوئی شکایت نہیں ہوئی ❖

حضرت عثمان غنی رضؓ کے زمانے میں ایک جادوگر کا مقدمہ آیا۔ وہ جادوگر کوفے کے گورنر عقبہ بن ولید کے سامنے اپنی بازی گری کے تماشے دکھا رہا تھا۔ مقدمے کا ابھی فیصلہ بھی نہ ہوا تھا کہ ایک شخص نے اُس جادوگر کو قتل کر ڈالا۔ یہ بات قانون کے خلاف تھی۔ آپ نے قاتل کو سزا دی۔ پھر لوگوں کو جمع کر کے فرمایا :۔ "صاحبو! خالی شک پر کوئی کام نہ کرو اور عدالت کو اپنے ہاتھ میں نہ لو، مجرموں کو سزا دینا ہمارا کام ہے، اس میں تمہارا دخل دینا ٹھیک نہیں۔"

اسی سال کوفے کے گورنر پر شراب پینے کا الزام

لگایا گیا۔ لوگوں نے آپ سے شکایت کی کہ وہ اکیلے میں شراب پیتا ہے۔ آپ نے جواب دیا: "میرا کام جاسوسی نہیں ہے۔ اگر کوئی چھپ کر بُرا کام کرتا ہے تو میں اس کی پردہ دری نہیں کر سکتا"۔ بہت سے کاموں کے ساتھ خزانے کی نگرانی اور حساب کتاب کی دیکھ بھال بہت مشکل کام تھا، ہزاروں قسم کی مدیں خرچ کی تھیں مگر کیا مجال کہ ایک پائی کی بھی گڑ بڑ ہونے پاتی ——— بیت المال کے بارے میں کسی کی بھی رو رعایت کرنا گوارا نہ کرتے تھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ جو بہت خاص صحابیوں میں تھے۔ عشرہ مبشرہ میں۔ انھوں نے ایک بار بیت المال سے کچھ قرض لیا۔ ادا کرنے میں کچھ زیادہ دیر لگی، انھوں نے سختی سے تقاضا کیا۔

اُن دنوں طرح طرح کے جھگڑے کھڑے ہوگئے تھے اور کوفے میں تو روز کوئی نہ کوئی بات ہوتی رہتی تھی، عہدہ داروں کو اپنا عہدہ سنبھالنا اور کام کرنا مشکل ہوگیا

تھا۔ عہدیدہ دار آئے دن بدلے جاتے تھے۔ لوگوں نے اِن کے بارے میں بھی لگائی بجھائی کی آخر انھیں ہٹائے جانے کا حکم آگیا۔ اِن کے معتقدوں اور شاگردوں نے مخالفت کی۔ آپ ہرگز یہاں سے نہ جائیں، آپ کے لیے ہم اپنی جانیں لڑا دیں گے۔ لیکن اِنھوں نے فرمایا "نہیں میں یہ نہیں چاہتا کہ جو فساد ہونے والے ہیں اُن کی ابتدار مجھ سے ہو اور امیر المومنین کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے"

کبھی جو خلیفہ کا کوئی کام یا حکم خلاف نظر آتا تو ظاہر اُس کی مخالفت نہ کرتے۔ ایک دفعہ حج میں حضرت عثمان غنی رض نے منیٰ میں دو کی جگہ چار رکعتیں پڑھیں اِنھیں معلوم ہوا تو بولے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی دو ہی رکعتیں پڑھیں اور ابوبکر رض و عمر رض کے زمانہ میں بھی دو۔ لیکن اب انھوں نے بھی چار رکعتیں پڑھیں۔ لوگوں نے پوچھا تو

فرمایا :- "خلافت کا ادب لازم ہی"

علم کا بہت شوق تھا، مسلمان ہوتے ہی عرض کی :- "یا رسول اللہ! مجھے تعلیم دیجئے" بشارت ملی "تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو"

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت زیادہ حاضر رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگ مدّتوں یہ سمجھتے رہے کہ حضورؐ ہی کے خاندان سے ہیں۔ بے روک ٹوک حاضر ہوتے تھے اور حضورؐ کے بہت سے ذاتی کام اِنھی کے ذمّے تھے۔ اِتنے قریب رہنے کی وجہ سے یہ قرآن شریف کے سب سے بڑے عالم تھے اور دوسرے صحابہ رض بھی انھیں بہت مانتے تھے۔ پھر بھی یہ صرف اپنی رائے اور اٹکل سے کوئی مطلب نہ بیان کرتے اور اس بات سے دوسروں کو بھی منع فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا :- "ٹھیک سمجھ کی بات یہ ہی کہ آدمی جس بات سے جتنا واقف ہو اُسی کو بیان کرے نہیں تو چپ رہے"

اپنے شاگردوں کو تاکید فرماتے کہ جس بات کو جانتے نہ ہو اُس کے بارے میں یہ نہ کہا کرو کہ میری رائے یہ ہے یا میرا خیال یہ ہے، صاف کہہ دیا کرو کہ میں نہیں جانتا۔ بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ فرمایا کرتے :۔ "ایک زمانہ ایسا آنے کو ہے کہ عالم تو رہیں گے نہیں اور جاہل سردار بنیں گے جو سب کام اپنی رائے اور اٹکل سے کیا کریں گے"

قرآن شریف بہت احتیاط سے صحیح صحیح پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قرآن پڑھتے ہوئے سُنا تو حضورؐ نے خوش ہو کر فرمایا :۔ "مانگو کیا مانگتے ہو" پھر فرمایا :۔ "جو یہ پسند کرتا ہو کہ قرآن اُسی طرح تر و تازہ پڑھنا سیکھے جس طرح وہ آیا تو اُسے اُمِّ عبید کے بیٹے کی شاگردی کرنی لازم ہے۔ اس پر دوسرے دن حضرت ابو بکر صدیق رضؓ انھیں مبارکباد دینے اُن کے پاس آئے اور پوچھا :۔ "رات آپ نے خدا سے کیا دُعا مانگی ؟" بولے میں نے عرض کی :۔ "یا اللہ مجھے

ایسا ایمان دے جو کبھی ہل نہ سکے ، ایسی نعمت دے جو کبھی ختم نہ ہو ، اور جنّت میں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی رفاقت جو ہمیشہ قائم رہے +

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے رات دن کا سابقہ تھا ہزاروں باتیں معلوم تھیں مگر حدیث شریف بیان کرنے میں بے حد احتیاط کرتے تھے ۔ کبھی کوئی حدیث سُنانے لگتے تو سارا بدن تھرّا اُٹھتا ۔ ویسے آپ کی روایت کی ہوئی بہت سی حدیثیں ہیں ۔ اور اُن کا اعتبار بہت ہو +

تقریر بہت اچھی کرتے تھے ، بہت جچی تُلی باتیں اور بندھے ٹکے بول ہوتے تھے ۔ سُننے والوں پر بہت اثر ہوتا تھا ۔ مگر لوگوں کے بہت کہنے سُننے پر تقریر کے لیے کم تیار ہوتے تھے ۔ ایک دفعہ فرمایا :۔ "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن کے ناغے سے وعظ بیان فرماتے تھے ۔"

نمازیں بہت پڑھتے تھے ۔ فرمایا :۔ ایک بار میں نے حضورؐ سے پوچھا "سب سے اچھا کام کیا ہو ۔" حضورؐ نے

فرمایا :- "ٹھیک وقت پر نماز پڑھنا"۔ میں نے پوچھا۔ "پھر؟" فرمایا "والدین کے ساتھ نیکی"۔ میں نے کہا پھر؟ حضورؐ نے فرمایا :- "خدا کی راہ میں جہاد یا جی جان سے کوشش کرنا"

ایک دفعہ کوفے کے والی (گورنر) ولید بن عقبہ کو مسجد پہنچنے میں دیر لگی، انھوں نے ٹھیک وقت پر نماز پڑھا دی۔ ولید کو یہ بُرا لگا۔ اور ان سے جواب مانگا۔ انھوں نے کہلا بھیجا خدا کو یہ ناپسند ہے کہ تم اپنے کاموں میں لگے رہو اور لوگ نماز میں تمھاری راہ تکیں +

بیوی بچّوں سے محبت فرماتے تھے۔ گھر میں جاتے تو باہر ہی سے کھانستے کھنکھارتے ہوئے اور اونچی آواز سے کچھ نہ کچھ فرماتے ہوئے اندر گھستے تھے +

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۱۴۔ حضرت ابُو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

یمن کے باشندے ، اشعری خاندان کے ایک بڑے رئیس تھے ۔ ایک بار اِنھی کے خاندان کے دوؔ بزرگ اِنھیں ساتھ لے دربارِ نبیؐ میں حاضر ہوئے اور حضورؐ سے کوئی عہدہ مانگا ۔ حضورؐ نے تعجب سے اِن کی طرف دیکھ کر فرمایا :۔ " ابُو موسیٰ ! ابُو موسیٰ ! " مطلب یہ تھا یہ کیسی اُلٹی بات ہو ؟ اِنھوں نے عرض کی ! یا رسولؐ اللہ ! میں اِن کے دل کا حال نہیں جانتا تھا ۔ حضورؐ نے فرمایا جو کوئی خود سے کسی عہدے کی خواہش کرے گا اُس کو وہ ہرگز نہ دوں گا ، لیکن ہاں ، تم یمن جاؤ ، تم کو وہاں کا عامل بناتا ہوں ۔ چلتے وقت حضورؐ نے یہ نصیحت خاص کر فرمائی کہ " ملک والوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا ، سختی نہ کرنا ، لوگوں کو خوش رکھنا ۔ "

علم اور بزرگی میں بڑا درجہ تھا ، اپنے علم سے

دوسروں کو فیض پہنچاتے تھے۔ ایک بار خطبے میں فرمایا "جسے خدا علم دے اُس کو چاہیے کہ دوسروں کو بھی سکھائے مگر ہاں جو اُسے معلوم نہ ہو اُس کے بارے میں ہرگز ایک بول بھی زبان پر نہ لائے" ؂

حضرت علی رض اور حضرت امیر معاویہ رض میں جب ٹھن گئی تو امیر معاویہ رض نے انھیں خاص اپنے قلم سے خط لکھا کہ عمرو بن عاص رض نے میری بیعت کر لی ہے، تم بھی بیعت کر لو۔ تو میں حلف سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمھارے ایک بیٹے کو بصرہ کا اور دوسرے کو کوفہ کا امیر بنا دوں گا اور خود تمھارے لیئے میرا دروازہ ہر وقت کھلا ہے" ——— انھوں نے جواب دیا کہ "تم نے بہت ہی خاص اور نازک معاملے کے بارے میں لکھا ہے مگر جو چیز تم نے میرے سامنے رکھی ہے۔ الحمدللہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے"

ایک دفعہ لوگوں کے سامنے فرمایا:۔ "رسولِ خداؐ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "قیامت کے قریب ہرج
زیادہ ہوگا۔" لوگوں نے پوچھا یہ کیا؟ آپ نے بتایا کہ
"قتل اور جھوٹ۔ پھر فرمایا۔ اس سے کافروں کا قتل
مراد نہیں ہے۔ بلکہ آپس کی لڑائیاں مراد ہیں۔ یہاں تک کہ
پڑوسی کو پڑوسی، بھائی کو بھائی، چچا بھتیجے کو اور بھتیجا
چچا کو قتل کرے گا۔ لوگوں نے کہا:۔ سمجھ بوجھ رکھتے
ہوئے بھی؟ آپ نے فرمایا: "بھلا سمجھ اس زمانے میں
کہاں ہوگی! یہاں تک کہ ہر کوئی یہ سمجھے گا کہ بس وہ
حق پر ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ حق پر نہ ہوگا۔ پھر
فرمایا: ہم میں سے کوئی بھی اس سے نہ بچ پائے گا۔
ہاں اس سے بچنے کی بس یہی ترکیب ہے کہ خاموشی سے
الگ تھلگ ہو بیٹھے، خدا سے پناہ مانگے اور استغفار
کرے۔"

غریبی سے امیری ملی، یمن کے گورنر بنائے گئے
لیکن نہ کبھی دولت بٹوری نہ دل میں گھمنڈ پیدا ہوا

حضرت ابوذر رضؓ غفاری ایک مشہور صحابی گزرے ہیں۔
اُنھیں رُپے پیسے اور رُپے پیسے والوں سے دلی نفرت تھی
ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو کہیں دکھائی دئے
تو یہ بھائی بھائی کہتے ہوئے لپکے۔ حضرت ابوذر رضؓ
نے روکا اور فرمایا :- "پہلے یہ بتاؤ تم نے لوگوں پر حکومت
کی ہے ؟" انھوں نے جواب دیا "ہاں" اُنھوں نے
پوچھا : "عمارتیں بنوائیں ، زراعت کی ، جانور پالے ؟" حضرت
ابو موسیٰ نے جواب دیا :- "نہیں ، نہیں ، بھائی نہیں"۔
اب ابو ذر ان سے ملے +

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

۱۵۔ حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ

ان کے باپ حضرت یاسر رضؓ کا اصلی وطن یمن تھا۔
اُن کے ایک بھائی کھو گئے تھے ، اُنھیں ڈھونڈنے
کو اپنے دو بھائیوں کے ساتھ مکے پہنچے ، وہ دونو

تو واپس چلے گئے یاسر رضؓ یہیں رہ بس گئے اور سمیّہ رضؓ نامی ایک لونڈی سے شادی ہوگئی اور اُنھی سے حضرت عمّار رضؓ پیدا ہوئے +

حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم جن دِنوں حضرت ارقم رضؓ کے مکان میں بیٹھ کر لوگوں کو ایمان اور اسلام اوردین کی تعلیم دیا کرتے تھے اور کوئی تیس بزرگ اسلام لاچکے تھے۔ اُنھی دِنوں حضرت عمّار رضؓ مسلمان ہوئے اور مارے جوش کے بات چھپا نہ سکے۔ اس پر مشرکوں نے انھیں اور ان کے گھروالوں کو خوب ستایا +

اِن کی ماں حضرت سمیّہ رضؓ کو ابوجہل نے نیزے سے چھید کر شہید ہی کر دیا، اِن کے باپ حضرت یاسر رضؓ اور ان کے بھائی عبداللہ رضؓ بھی اسی طرح جان سے گئے لیکن اُنھوں نے اپنی آن چھوڑی نہ وہ اپنے دین سے پھرے +

ظالموں نے ایک بار حضرت عمّار رضؓ کو دہکتے ہوئے

انگاروں پر لٹایا، ایک دن انھیں پانی میں
خوب غوطے دئے۔ یہ گھبرا گئے، دم گھٹنے لگا اور
مشرکوں نے جو چاہا ان سے کہلوایا تب کہیں پیچھا
چھوڑا۔ اب یہ سوچتے تھے اور دل ہی دل میں
مارے غیرت کے مرے جاتے تھے۔ نبیؐ کے حضورؐ میں
روتے ہوئے حاضر ہوئے، ماجرا بیان کیا کہ مشرکوں
نے میری زبان سے حضورؐ کی شان میں بہت
بُرے بُرے بول کہلوائے۔ حضورؐ نے پوچھا:
تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟" بولے:۔" میرے
دل میں جوں کا توں ایمان سلامت ہے۔ حبیب خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے پیار سے ان کے آنسو
پوچھے اور فرمایا:۔" کوئی حرج نہیں، پھر بھی جو
ایسا موقع آجائے تو پھر ایسا کرلینا — بڑھاپے میں
حضرت عمار رضؓ کی پیٹھ پر مار کے نشان تپتی ریگ
اور دہکتے ہوئے انگاروں کے داغ تھے۔

حضرت عمرؓ نے انھیں کوفے کا گورنر بنایا اور فرمان میں یہ لکھا کہ یہ آں حضرت صلعم کے شریف صحابیوں میں سے ہیں۔" انھوں نے پونے دو سال تک نہایت سوجھ بوجھ سے کام کیا۔ لیکن یہ تھے بہت بے لاگ اس لیے کوفے کے بڑے بڑے لوگ ان سے خوش نہ رہے۔ کوفے والوں میں ہمیشہ سے یہ خاص بات رہی کہ وہ ہر اس حاکم کے خلاف ہو جاتے جو ان کے کہنے سننے یا اثر میں نہ آتا۔ خیر تو حضرت عمرؓ نے سوچ سمجھ کر انھیں واپس بلا لیا۔ مگر انھوں نے جب ان سے پوچھا " بھائی تم ناراض تو نہیں" بولے "سچ یہ ہے کہ میں نہ پہلے خوش تھا نہ اب ناراض ہوں"

کوفے کی گورنری کے زمانے میں خود بازار جاکر سودا سلف خرید کر اپنی پیٹھ پر لاد لاتے اور اسی طرح اور بھی اپنے سب کام آپ ہی کر لیا کرتے تھے۔ جمعہ کا خطبہ بہت اچھا پڑھتے تھے جو ہوتا تو چھوٹا

ہی تھا مگر اس میں بہتیری خوبیاں ہوتی تھیں۔ لوگوں نے چھوٹا خطبہ پڑھنے پر ٹوکا تو فرمایا :۔ "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ "نماز کو طول دینا اور خطبہ مختصر کرنا سمجھ داری کی بات ہے"۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۱۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

مشہور صحابی، مصر کو سر کرنے والے حضرت عمرو بن عاص رضؓ کے بیٹے تھے۔ یہ زیادہ دربارِ نبیؐ میں حاضر رہا کرتے اور حضورؐ سے جو کچھ سنتے لکھ لیا کرتے تھے۔ لوگوں نے انھیں اس بات سے روکا انھوں نے حضورؐ سے کہا تو آں حضرت صلعم نے فرمایا :۔ "نہیں تم لکھا کرو، قسم ہے میری زبان سے بس سچی ہی بات نکل سکتی ہے"۔

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹتے تو

باقی پورا وقت عبادت میں گزرتا تھا۔ ہوتے ہوتے بیوی بچوں اور دُنیا کے ہر کام سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ حضورؐ نے سُنا تو فرمایا: "عبداللہ! روزے رکھو اور افطار کرو نماز پڑھو اور آرام کرو اور بیوی بچوں کا حق ادا کرو، یہی میرا طریقہ ہے۔"

بہت بڑے عالم تھے۔ ابو ہریرہ رضؓ مشہور صحابی جنھیں بہتیری حدیثیں یاد تھیں وہ مانتے تھے کہ عبداللہؓ کو مجھ سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں۔ عبرانی زبان بھی جانتے تھے، توریت اور انجیل کو غور سے پڑھتے تھے دوسرے عالموں کو بھی مانتے تھے، اور اُن کی عزّت کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ذکر چھڑا تو بولے:۔ "وہ مجھے بہت عزیز ہیں۔"

دینی باتوں کی تعلیم میں برابر لگے رہتے تھے اور دُور دُور سے لوگ آتے تھے، ایک بار بہت سے شاگرد جمع تھے کہ باہر سے ایک آدمی پاس آکر بیٹھ گیا،

اُس نے کہا : " رسولِ خدا کا کوئی حکم یاد ہو تو بتائیے ۔" اِنھوں نے کہا : " میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ :۔

" مسلمان وہ ہے کہ مسلمان اُس کی زبان اور اُس کے ہاتھ سے محفوظ ہیں اور مُہاجر وہ ہے جو خدا کی منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑ دے ۔"

اِن کے باپ حضرت عمرو بن عاص رض حضرت امیر معاویہ رض کے حلیف یا ملاپی تھے اور اُنھی کے جتھے میں ۔ یہ اس بات کو پسند نہ کرتے بلکہ حضرت علی رض سے ہمدردی رکھتے تھے ۔ ایک موقعے پر حضرت عمرو بن عاص رض نے اِن سے کہا : " تو پھر تم کیوں میرے ساتھ ہو ؟ " اِنھوں نے جواب دیا کہ صرف اس لیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ جیتے جی اپنے باپ کے فرماں بردار رہنا ۔"

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

۱۷۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ

یہ رہنے والے تو عرب ہی کے تھے مگر ایک بار رومیوں نے اِن کے دیس پر چڑھائی کی تو مالِ غنیمت میں بہت سے بچّوں کو بھی پکڑ لے گئے، انھی میں حضرت صہیبؓ بھی تھے۔ پھر یہ وہیں پلے بڑھے جوان ہوئے اور کسی نہ کسی طرح مکّے پہنچے ـــــ شروع ہی میں مسلمان ہوگئے، حضرت عمّار رضؓ کے ساتھ۔ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہوکر فرمایا "صہیبؓ روم کا پہلا پھل ہے"۔

وہ بہت ہی نازک وقت اور بڑا بے ڈھب زمانہ تھا، اسلام اور اسلامیوں کے دشمن طرح طرح ظلم کرتے تھے، مگر اِنھوں نے اپنے ایمان اور اسلام کو چھپایا نہیں۔ اِس پر مشرکوں نے انھیں بہت ستایا، مدینہ شریف کی ہجرت میں یہ گویا سب سے آخری

مہاجر تھے ۔ جب یہ بھی ہجرت کرنے لگے تو مشرکوں نے انھیں سختی سے روکا، چاروں طرف سے گھیر لیا اور کہنے لگے : جب تم یہاں آئے تھے تو تمھارے پاس پائی نہ تھی، یہاں تم نے خوب کمایا ۔ دولت بٹوری ۔ اب یہ مال و دولت باہر لے جانا چاہتے ہو ۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔"
اس پر یہ بھی اکڑ گئے، بولے : "جانتے ہو تم میں سب سے زیادہ میرا نشانہ ٹھیک بیٹھتا ہے قسم ہے کہ جب تک ایک تیر بھی ہے تم میرے پاس نہیں پھٹک سکتے، پھر تلوار سے مقابلہ کروں گا ۔ ہاں مال و دولت چاہو تو لے لو مگر میرا راستہ چھوڑ دو ۔" غرض جو کچھ تھا سب حوالے کر اور اپنا ایمان اور اسلام سلامت لے کر مدینہ شریف کو چل دئے ۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا "تم نے بڑا اچھا سودا کیا ۔" یعنی اس میں نفع ہی نفع ہے

پھر قرآن مجید کی یہ آیت آئی کہ

"کچھ ایسے ہیں جو خدا کی خوشی کی خاطر اپنی

جانیں اور اپنا مال بیچ دیتے ہیں"

(البقرہ)

مہماں نواز، سخی اور غربا پرور تھے، ایسے کہ بعض بعض بزرگ انھیں فضول خرچ سمجھنے لگے تھے۔ اسی بات پر ایک بار حضرت عمرؓ نے ٹوکا، انھوں نے جواب دیا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۱۸۔ حضرت مُصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ

حضرت مصعبؓ کے باپ دادا مال دار لوگ تھے انھیں بہت لاڈ سے پالا تھا۔ ان سے بہت محبت کرتے تھے مگر جب یہ مسلمان ہوگئے تو وہ لوگ ان کے دشمن ہوگئے انھیں قید میں ڈال دیا۔ پہلے حبش اور پھر مدینے کو ہجرت کی۔

مدینے کے لوگوں کو اِسلام کی تعلیم دینے اور عام تبلیغ کے لیے مقرر کیے گئے۔ بڑے بڑے اکھڑوں اور بہت سخت لوگوں سے سابقہ پڑا، ایسے جو اِنھیں زندہ نہ چھوڑتے۔ لیکن اِن کی باتوں میں ایسی موہنی تھی کہ جس سے دو بول بولتے وہ موم ہی ہو جاتا اور اِسلام کا کلمہ پڑھنے لگتا تھا۔ ایک ہی سال میں بہتیرے اسلام کے شیدائی ہو گئے ——— آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اِنھوں نے مدینے میں جمعہ کی نماز کی بنا ڈالی۔ پہلے جمعہ کو سب کی دعوت کا انتظام کیا ❊

اِسلام سے پہلے بڑی شان شوکت سے رہا کرتے تھے بہت قیمتی کپڑے پہنتے اور سب سے بڑھیا عطر لگاتے تھے۔ بہت سا وقت بناؤ سنگار میں گزرتا تھا۔ لیکن اسلام لائے تو کایا پلٹ ہو گئی۔ ایک دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بدن پر تن ڈھانکنے کو بس ایک کھال کا ٹکڑا تھا اُس میں

بھی جگہ جگہ پیوند لگے تھے۔ دوسرے صحابیوں نے دیکھا تو مارے عبرت کے گردنیں جھکا لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اب تو دُنیا کی حالت بدل ہی جانی چاہیے، یہ وہ نوجوان ہے کہ مکّہ میں اس سے زیادہ کوئی ناز سے نہیں پلا۔ لیکن خدا رسولؐ کی محبت نے سب کچھ چھڑا دیا"

اسلام کی تبلیغ کے ساتھ جہاد میں بھی کسی سے کم نہ تھے، اُحد میں اسلامی علم لیے ہوئے تھے کہ دشمن کے وار سے ہاتھ قلم ہوگیا۔ تو دوسرے ہاتھ سے علم سنبھالا دشمن کے وار سے دوسرا ہاتھ بھی جاتا رہا۔ اب دونو بازوؤں کی مدد سے علم سینے سے لگا لیا۔ دشمن نے جل کر تلوار کا وار کیا اور نیزہ چلایا جس کی انی سینے میں رہ گئی۔ آخر وہیں خاک اور خون میں تڑپ تڑپ کے جنّت کو سدھارے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

یہ وہ زمانہ تھا کہ شہیدوں کو پورا کفن بھی نہ مل پاتا تھا۔ حضرت مُصعب رضؓ کے لیے صرف ایک چادر ہوسکی، پاؤں کھلے رہے، آخر گھاس سے پاؤں چھپائے گئے ـــــ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
"مکّہ میں تم جیسا حسین اور خوش پوشاک اور کوئی نہ تھا لیکن آج تمھارے بال اُلجھے ہوئے ہیں اور بدن پر بس ایک چادر ہے"

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۱۹۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ

اِسلام لانے سے پہلے بھی یہ بہت پاکیزہ آدمی رہے ایسی ویسی باتوں سے ہمیشہ دور رہے۔ اِسی لیے شروع ہی میں مسلمان ہوگئے۔ یہ ولید بن مغیرہ نامی ایک رئیس کی پناہ میں تھے، اِسی لیے اِن سے کوئی بولتا نہ تھا، مگر دوسرے مسلمان بھائیوں پر اسلام لانے کی وجہ سے جو

سختیاں ہوا کرتیں اُنھیں دیکھ دیکھ یہ ولید کی پناہ سے الگ ہو گئے۔ اب کیا تھا، دشمن تاک ہی لگائے بیٹھے تھے، اب اُن لوگوں نے اِنھیں بھی ستانا شروع کیا۔ ایک موقع ایسا آیا کہ ایک شخص نے اِن کے اِتنی زور سے طمانچہ مارا کہ ایک آنکھ نیلی پڑ گئی۔ لوگوں نے کہا: "عثمان تم ولید کی پناہ میں ہوتے تو یہ تکلیف نہ اٹھاتے" اِس پر بولے :۔" خدا کی حمایت میں زیادہ امن اور عزّت ہے" پھر خود ولید نے کہا :۔" اچھا اب بھی تم میری پناہ قبول کرتے ہو؟" فرمایا :۔" خدا کی پناہ میرے لیے بس ہے"

بدر کی لڑائی کے بعد مدینہ شریف میں وفات پائی ــــــ جنازہ تیار ہو گیا تو رسولِ خدا صلعم تشریف لائے ایک بی بی نے کہا :۔" اے سائب کے بیٹے (عثمان رض)! تم پہ خدا کی رحمت، میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا نے تم کو عزّت بخشی " حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"تمھیں یہ کس طرح معلوم ہوا؟" اُن بی بی نے عرض کی: "حضور! پھر خدا کس کو عزّت دے گا؟" آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ عثمان رضؓ کے بارے میں یوں تو اچھّی ہی امید ہے لیکن خدا کی قسم میں رسولِ خدا ہو کر بھی نہیں جانتا کہ میرا انجام کیا ہوگا +

دِن رات عبادت میں رہا کرتے، ایک کوٹھری خاص کرلی تھی، اُس میں بیٹھے بس اللہ اللہ کیا کرتے اور کسی بات سے کچھ سروکار نہ رکھتے ــــــ ایک روز اِن کی بیوی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئیں، ہماری ماؤں نے اُن کی حالت دیکھ کر پوچھا:- "یہ تم نے اپنی حالت کیوں بگاڑ رکھی ہے؟ تمھارے میاں تو خوب مال دار ہیں!" وہ کہنے لگیں:- "اُنھیں (عثمان رضؓ) کو میری پرواہ کیا ہے، وہ تو رات رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں" ــــــ اِس پر حضورؐ نے اِنھیں سمجھایا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے، ایسا نہ کرو۔ اِس کے بعد جو اِن کی

بیوی ایک دن پھر ہماری ماؤں کے پاس آئیں تو دلھنوں کی طرح خوش بُو میں لبسی ہوئی تھیں +

ایک دن حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اِن کے گھر تشریف لے گئے ، اِن کی کوٹھری کی چوکھٹ پکڑ کر حضور؏ نے فرمایا: "اے عثمان (رض)! خدا نے مجھے رُہبانیت کی تعلیم دینے نہیں بھیجا ، دیکھو سہل اور آسان دین ہی خدا کے آگے سب دینوں سے اچھا دین ہے۔"

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

۲۰- حضرت ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ

اِن کے باپ دادا مکّے کے بڑے لوگوں میں تھے - یہ کوئی گیارہ بارہ صاحبوں کے بعد ایمان لے آئے - وہ بڑا بے ڈھب زمانہ تھا ، اسلام کے دشمن ، مُشرک اِس گھات میں رہا کرتے کہ اِسلام کھلنے پھولنے نہ پائے بلکہ اُس سے پہلے ہی مٹ جائے +

یہ رنگ دیکھ کر حضرت ارقم رضؓ نے اسلام لانے والے یعنی حبیبِ خدا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں چھپا کے رکھا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ اسی مبارک مکان میں حاضر ہوکر ایمان اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

حضرت عمر رضؓ کے مسلمان ہوجانے سے اسلام اور اسلامیوں کو خاصی قوت حاصل ہوگئی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن کے گھر سے اٹھ آئے۔ حضرت ارقم رضؓ کا یہ مکان بہت مبارک سمجھا جاتا تھا، مگر افسوس ایک زمانے کے بعد باقی نہ رہا۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۲۱۔ حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ

یہ عمرو کندی نامی کے بیٹے تھے۔ تیر اندازی، نیزہ بازی اور شہ سواری میں کمال رکھتے تھے۔ بڑے بلند سار، سادہ مزاج، زندہ دل، صاف گو اور حاضر جواب آدمی تھے۔

ایک بار ایک بڑے مشہور صحابی نے ان سے کہا:۔"تم شادی کیوں نہیں کرتے؟" بولے "تم اپنی لڑکی سے بیاہ کردو!" وہ اِن کی اس بات پر بگڑے۔ بُرا بھلا کہا۔ حضرت مقداد رضؓ نے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ حضورؐ نے اپنے رشتے کی ایک بہن سے اِن کی شادی کردی۔

خوشامدی باتوں سے بہت چڑتے تھے، رسولِ خدا صلعم کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رضؓ کے سامنے کچھ لوگوں نے اُن کی تعریف کرنی شروع کی۔ یہ اِس چاپلوسی پر اِتنے بگڑے کہ اُن لوگوں کے منہ پر خاک ڈالنے لگے، پھر کہنے لگے:۔"حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ خوشامدیوں کے مُنہ میں خاک بھر دو"۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بہت دنوں بعد کی بات ہے کہ ایک صاحب نے اِن سے کہا:۔"مبارک ہیں آپ کی آنکھیں جنھوں نے رسولِ خدا صلعم کی زیارت

کی، کیا اچھا ہوتا میں بھی اُس زمانے میں ہوتا! حضرت مقدادؓ اس پر بگڑ کے پڑے:- حاضر کو چھوڑ کر غائب کی تمنا فضول بات ہے۔ حضورؐ کے زمانے میں بہتیرے وہ بھی تو تھے جو ایمان نہیں لائے، اور جہنم رسید ہوئے، کیا خبر کن لوگوں میں ہوتے۔ پھر فرمایا:" خدا کا شکر کرو کہ نہ تکلیف، نہ آزمائش، آرام سے تم نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے فیض پایا۔"

لوگوں کے بارے میں بُرا یا بھلا خیال کرنے میں احتیاط کرتے تھے، فرماتے:- "میں نتیجہ دیکھا کرتا ہوں، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کا دل ہمیشہ اولتا بدلتا رہتا ہے۔"

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

۲۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہٗ

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ اور گہرے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے بیٹے اور حضرت بی بی عائشہ رضؓ کے سگے بھائی تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضؓ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا اور کوشش کرتے رہے کہ سب لوگ اس کی بیعت کرلیں۔ مگر خاص خاص بزرگوں نے اس بات کو پسند نہیں کیا اور صاف انکار کردیا، انھی میں سے ایک عبدالرحمٰن رضؓ تھے۔ ایک بار انھوں نے امیر معاویہ رضؓ کے گورنر مروان سے بگڑ کر فرمایا :- "کیا تم لوگ خلافت کو موروثی بادشاہت بنا دینا چاہتے ہو ؟"

امیر معاویہ رضؓ کو معلوم ہوا یہ خلاف ہیں تو انھیں خوش کرنے کو ایک لاکھ درہم کے توڑے انھیں بھیجے۔ انھوں نے نہایت بے پروائی سے فرمایا :- "قسم ہے خدا کی، میں دین کو دُنیا کے بدلے نہیں بیچ سکتا"

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۲۳ - حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہٗ

شروع ہی میں اسلام لے آئے اور چوں کہ غلاموں میں تھے اس لیے اور بھی ستائے گئے۔ آخر حضرت ابوبکر صدیق

نے انھیں خرید کر آزاد کیا۔

ہجرت کے وقت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے رفیق حضرت صدیق رضؓ ثور نامی پہاڑی غار میں چھپے تو حضرت عامر رضؓ دن بھر حضرت صدیق رضؓ کی بکریاں چراتے اور شام کو آکر بکریوں کو دوہتے اور دونوں یارِ غار دودھ پیا کرتے تھے۔

حبیب خدا صلعم کو ان پر بڑا بھروسا تھا۔ حضورؐ نے انھیں بہت نازک موقعوں پر اپنا رازدار بنایا۔

ایک معرکہ میں انھوں نے شہادت پائی اور برچھی سینے میں اُتر گئی تو زبان پر یہ بول تھے کہ "خدا کی قسم میں کامیاب ہوگیا!"

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

۲۴۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہٗ

ان کی ماں حضرت برّہ رضؓ حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی تھیں، کہتے ہیں کہ حضورؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔

جب یہ جنّت کو سدھارے تو خود حبیبِ خدا صلعم نے
اِن کی آنکھیں بند کیں۔ پردے کے پیچھے بی بیاں ماتم کررہی
تھیں، حضور صلعم نے اُنھیں روکا اور فرمایا: یہ دُعا کا
وقت ہے، آسمانی فرشتے جو میّت کے پاس ہوتے ہیں
وہ دُعا پر آمین کہتے ہیں۔ پھر حضورؐ نے خود یوں دُعا
کی:۔ "خدایا اس کی قبر کو پھیلا دے اور روشن کردے
اور اِس کا درجہ اونچا کردے۔"
اِن کی بیوی حضرت اُمِّ سلمہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن
ابوسلمہ رضؓ دربارِ نبیؐ سے بہت خوش خوش پلٹے، کہنے
لگے آج حضورؐ کے ایک ارشاد سے بڑی خوشی ہوئی۔
آپ نے فرمایا:۔ مصیبت کا مارا مسلمان اپنی مصیبت
میں خدا سے لو لگا کر یہ عرض کرے کہ اللہ میاں اِس
بپتا میں میری مدد کر اور مجھے اچھا بدلہ دے۔ تو خدا
اُس کی دُعا قبول کرتا ہے۔"
اُمِّ سلمہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ رضؓ جنّت کو سدھارے

تو اِس دُکھ میں میں نے اللہ میاں سے لو لگا کر دعا کی :

یا اللہ میری مدد کر اور اچھا بدلہ دے ــــــ مگر دل میں سوچنے لگی کہ میرے لیے ابو سلمہ رضؓ سے اچھا بھلا کون ہوگا ؟۔ خدا کی دین ، عدّت کے دن پورے ہوگئے تو خود حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیام بھیجا اب میں سمجھی کہ بے شک اللہ میاں نے اچھا بدلہ دینے کی یہ صورت نکالی ــــــ آخر اُمّ سلمہ رضؓ ہماری ماؤں میں شریک ہوئیں +

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۲۵ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

اِن کی ماں جناب عبدالمطّلب کی بیٹی اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی تھیں ۔ یہ شروع ہی میں ایمان لے آئے تھے +

حضرت سعد رضؓ بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اُحد کی لڑائی کے ایک دن پہلے میں نے اور عبداللہ نے
ایک ساتھ دُعا مانگی تھی۔ میرے یہ بول تھے کہ خدایا!
کل جو دشمن میرے مقابلے میں آئے وہ غضب کا بہادر
ہو اور میں اُسے تیری راہ میں قتل کروں"
عبداللہ نے آمین کہی اور خود یوں دُعا کرنے لگے کہ یااللہ!
میرا مقابلہ ایسے سے ہو جو مجھے قتل کرکے ناک کان کاٹ
ڈالے۔ جب میں تیرے سامنے حاضر ہوں اور تو پوچھے
کہ اے عبداللہ! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے؟ تو
میں عرض کروں تیرے لیے اور تیرے رسولؐ کے لیے!
آخر ایسا ہی ہوا حضرت سعد رضؓ نے دیکھا تو بولے،
خدا کی قسم عبداللہ کی دُعا میری دُعا سے اچھی رہی +
اپنے ماموں، شہیدوں کے بادشاہ حضرت امیر حمزہ رضؓ
کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفنائے گئے +
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۶۔ حضرت عُمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رض کے سگے بھائی تھے۔ ابھی کم سن بچہ ہی تھے کہ اپنے بھائی کے ساتھ بڑے جوش سے مسلمان ہو گئے، چودہ برس کی عمر میں ہجرت کی۔ بدر کی لڑائی ہونے کو تھی کہ یہ بھی اسلامی لشکر میں جا پہنچے، اِدھر اُدھر چھپتے پھرتے تھے۔ حضرت سعد رض نے پوچھا:۔ "کیوں؟" بولے:۔ "بھائی جان! جنگ میں شریک ہونا چاہتا ہوں کہ شاید اللہ میاں شہادت نصیب کریں۔ لیکن ڈر یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوٹا جان کر واپس کر دیں گے۔"

اِن کا یہ ڈر ٹھیک نکلا، حبیبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اِن کی کم سِنی دیکھ کر فرمایا:۔ "تم واپس جاؤ۔"

یہ سُن کر حضرت عمیر رض پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے ——— اِن کا یہ جوش اور شوق دیکھ کر رسولِ خدا

صلعم پر بڑا اثر ہوا اور انھیں شرکت کی اجازت مل گئی ❖

یہ ابھی جنگی ہتھیار باندھنا بھی نہ جانتے تھے ۔ خود رسولِ خدا صلعم اور ان کے بھائی حضرت سعد رضؓ نے تلوار باندھی اور میان لگایا ❖

آخر یہ اسی جوش میں کافروں کے نرغے میں گھس گئے ، دیر تک کڑے تیوروں سے لڑا کئے ۔ اسی میں ایک بار ان کی آرزو پوری ہوئی اور شہادت پائی ❖

رَضِیَ اللّٰہُ تعَالیٰ عَنْہُ

۲۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہٗ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کے بیٹے تھے ۔ یہ ابھی بچہ ہی تھے کہ باپ کے ساتھ اسلام لائے ❖

ہجرت[۲] کے بعد بدر کی لڑائی ہوئی تو یہ بس تیرہ برس کے تھے اور جنگ میں شرکت کے لیے بے تاب مگر حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا ۔ پھر اُحد

میں بھی یہی ہوا - ہاں خندق کی لڑائی میں جب کہ پندرہ برس کے ہو گئے تھے شرکت کی اجازت مل گئی ، اس کے بعد خیبر وغیرہ سبھی معرکوں میں برابر شریک رہے +

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انھیں قاضی بنانا چاہا تو صاف انکار کر دیا - ہاں جہاد میں برابر شریک رہے - حضرت عثمان رض کے بعد لوگوں نے انھیں خلیفہ بنانا چاہا لیکن پھر صاف انکار - لوگوں نے دھمکی دی کہ نہ مانیں گے - تو ہم قتل کر دیں گے ، انھوں نے پھر بھی کچھ پرواہ نہیں کی - اسی طرح جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رض کے جھگڑے چلے تو اس وقت بھی یہ الگ تھلگ رہے +

حضرت امیر معاویہ رض نے جب یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تو حضرت عمرو بن عاص رض کو ان کے پاس بھیجا اور ایک بڑی رقم انھیں پیش کی - یہ اس بات سے بہت بگڑے ، مارے غصے کے کانپ اٹھے اور عمرو بن عاص رض

کو کھڑے کھڑے گھر سے نکال دیا۔

یزید کے بعد اُس کا بیٹا معاویہ خلیفہ ہوا۔ مگر وہ تین چار مہینے کے بعد خود ہی الگ ہوگیا۔ پھر مکّے میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اُدھر شام میں مروان نے خلافت کا دعویٰ کیا اور بہتیرے مسلمانوں کا خون بہنے لگا۔ لوگوں نے انھیں بھی شریک کرنا چاہا اور برابر پیچھے پڑے رہے لوگ کہا کرتے کہ خدا نے فرمایا ہے، فتنے کو روکنے کے لیے لڑو۔ انھوں نے جواب دیا کہ جب فتنہ تھا تو ہم خوب لڑے، فتنہ تو یہ تھا کہ مسلمانوں کو کافر چین نہ لینے دیتے تھے اور وہ خدا کا نام نہ لے پاتے تھے، مگر اب یہ گھریلو اور آپس کی لڑائیاں ہیں۔ یہ جہاد نہیں ہے بلکہ بادشاہی کے لیے جنگ ہے۔"

بعد میں انھوں نے مروان کی بیعت کر لی تھی، مگر اُس وقت بھی یہ ہمیشہ بے لاگ رہے۔ بے جا بات کسی کی بھی گوارا نہ تھی۔ حق بات کہنے میں نہ کبھی چوکے نہ

کسی سے ڈرے۔ اِن کی اس بات سے حجاج جو کہ میں مروان کا گورنر تھا اِن سے بہت جلتا تھا۔ حجاج ایک بے ہودہ آدمی تھا اور بہت سخت حاکم۔ مگر وہ کھلے خزانے ان کے ساتھ کوئی حرکت کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا، کیوں کہ مروان ان کا بہت لحاظ کرتا تھا۔ آخر اُس نے حج کے زمانے میں ترکیب سے انہیں ایک زہریلے ہتھیار سے زخمی کرا دیا اور اُسی میں اِنھوں نے وفات پائی ؀

(علم میں اِن کا بہت بڑا درجہ ہے، یہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برابر حاضر رہا کرتے تھے۔ قرآن شریف کی آیتوں کا مطلب خوب سمجھتے تھے اور لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ اسی طرح حدیث شریف سیکھنے اور دوسروں کو سکھانے میں بھی اِن کا بہت بڑا درجہ ہے۔

دین کی باتیں بتانے میں بے حد احتیاط سے کام لیتے تھے اگر کوئی بات معلوم نہ ہوتی تو نہایت صفائی سے کہہ دیتے کہ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم، اس میں اپنی

کچھ ہیٹی نہ خیال نہ کرتے تھے، فرمایا کرتے :- آدمی اُس وقت عالموں میں شمار ہونے کے قابل ہوگا جب وہ اپنے سے اونچے درجے کے لوگوں پر حسد نہ کرے اور اپنے سے کم درجے کے لوگوں کو حقیر نہ جانے "۔

کسی کو قرآن شریف پڑھتے سنتے تو اتنا اثر ہوتا کہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگتے تھے اور جب خود یہ آیت پڑھتے کہ

"کیا مسلمانوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ خدا
کی یاد سے اُن کے دل میں خوف اور نرمی پیدا ہو"

تو بے انتہا رویا کرتے تھے ۔

زیادہ عبادت ہی میں رہا کرتے، اور نماز اور استغفار میں غرق رہتے اور دوسرے عبادت گزار لوگوں کو دیکھ دیکھ کر بھی بہت خوش ہوتے تھے ۔

خیر خیرات میں بھی ان کا بڑا درجہ تھا۔ بات کی بات میں بیس بیس ہزار بانٹ دیتے تھے اور ہمیشہ اپنی پسند ہی کی چیزوں کو خدا کی راہ میں دے دیا کرتے تھے ——

اپنے اُن غلاموں کو زیادہ پسند کرتے جو عبادت میں لگے رہتے تھے ، غلام اس بات کو پا گئے تھے ، وہ برابر عبادت میں رہنے لگے۔ اور حضرت عبداللہ رضو انھیں دیکھ کر خوش ہوتے اور آزاد کر دیتے۔ دوستوں نے کہا کہ آپ کے غلام آپ کو دھوکا دیتے ہیں۔ اس پر یہ فرماتے کہ "جو ہم کو خدا کا نام لے کر دھوکا دیتا ہے ہم اُس سے دھوکا کھا جاتے ہیں" مطلب یہ کہ ثواب ہمیں ہر حال میں حاصل ہوگا ، رہے دھوکا دینے والے تو وہ جانیں اور خدا جانے۔ غرض اس طرح انھوں نے ایک ہزار سے زیادہ غلام آزاد کر دئیے تھے *

اِسی طرح مسکینوں محتاجوں کو خوب دیا کرتے تھے۔ خود بھوکے رہتے مگر مسکینوں کو بے کھلائے خود کھانا تک نہ کھاتے تھے۔ اِس بات سے اِن کی بیوی پریشان رہا کرتیں وہ جو کھانا اِن کے لیے پکاتیں اُسے یہ مسکینوں کو اُٹھوا دیتے اور خود فاقہ کر لیتے تھے۔ ایک بار اِن کی پسند کی

مچھلی پکّی، دسترخوان پر لگی تھی کہ فقیر نے صدا لگائی فرمایا: یہ فقیر کو دے دو۔ بیوی نے ٹالنا چاہا کیوں کہ خاص ان کی فرمائش سے پکّی تھی۔ اُنھوں نے فقیر کو کچھ نقدی بھجوادی تب اِنھوں نے مچھلی کھائی۔ اسی طرح ایک دفعہ یہ ماندے پڑے، کھانے کے لیے انگور رکھے تھے کہ فقیر بولا۔ حکم دیا کہ یہ انگور فقیر کو دے دو۔ لوگوں نے ٹالنا چاہا مگر یہ نہ مانے، آخر انگور فقیر کو دینے ہی پڑے ❖

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات سے بڑی محبت تھی۔ حضورؐ کی وفات کے بعد دل بجھ سا گیا تھا، دُنیا کے کسی کام میں جی نہ لگتا تھا اور حضورؐ کا جب ذِکر چھِڑتا تو پھوٹ پھوٹ رونے لگتے تھے۔ اِسی طرح حضورؐ کی اولاد سے بھی بڑی محبت اور عقیدت رکھتے ❖

ایک دفعہ کسی نے پوچھا:۔ "مچھّر کو مارنے کا کفارہ کیا ہی" اِنھوں نے اُس آدمی سے پوچھا:۔ "تم کون ہو بھلا" اُس نے کہا:۔ عراق کا رہنے والا۔ اِس پر اِنھوں نے

فرمایا: لوگو! ذرا اِس کو دیکھو، یہ مچھر کے خون کا کفارہ پوچھتا ہی، اور اِنھی لوگوں نے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، جگر کے ٹکڑے (امام حسینؓ) کے ٹکڑے کر ڈالے!

اپنی تعریف سن کر چڑ جاتے تھے، ایک دفعہ ایک آدمی ان کی تعریف میں کچھ کہنے لگا، اِنھوں نے اُٹھ کر اُس کے مُنہ میں مٹی جھونک دی اور کہنے لگے:۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ "تعریف کرنے والوں کے مُنہ میں مٹی ڈالا کرو" ہر کسی کو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے، چاہے وہ امیر ہو یا غریب۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

حضرت ابُوذر غفاری رضی اللہ عنہٗ

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بہت ہی خاص صحابیوں میں ہیں۔ اسلام سے پہلے یہ اور اِن کے کُنبے والے سب

ڈکیتی اور بٹ ماری میں مشہور تھے۔ یہ خود اکیلی جان سے بڑے بڑے قافلوں پہ جا پڑتے، مسافروں سے لڑتے اور اُن کا مال لوٹ لاتے تھے۔ پر عجب خدا کی شان ایک بار اچانک اِن کا دل ایسا پلٹا کہ لوٹ مار ایک دم سے چھوڑ چھاڑ اللہ اللہ کرنے لگے۔ اُس وقت تک اسلام اور اسلام لانے والے صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر نہ ہوئے تھے یعنی حضور کو پیمبری نہیں ملی تھی، مگر یہ اُس وقت بھی خدا کو ایک مانتے اور بُتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے۔ سب سے پہلے مسلمانوں کا پانچواں نمبر ہے +

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جب اِنھیں خبر لگی تو مکے پہنچے، اسلام لائے اور اس میں بڑے بڑے دُکھ اُٹھائے، خوب مارے پیٹے گئے مگر یہ اپنے ایمان اور اسلام میں بڑے پکے نکلے۔ پھر اپنے دونو بھائیوں کو بھی اِسلامی برادری میں شامل کر لیا اور اِن سب کے اثر سے اِن کا آدھا قبیلہ تو اُنھی دِنوں ایمان لے آیا، آدھا ہجرت کے

بعد مسلمان ہو گیا ۔

مدینہ شریف میں زیادہ آں حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے یا پھر مسجد میں یا اپنے گھر بیٹھے اللہ اللہ کیا کرتے ، دُنیا اور دُنیا داری کے کاموں سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے۔ اسی سے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم انھیں "مسیح الاسلام" فرمایا کرتے تھے۔ حضور کی وفات کے بعد تو اور بھی کسی بات سے کچھ سروکار نہ رکھا ، پھر بھی رہتے مدینہ شریف ہی میں ، مگر جب حضرت ابو بکر صدیق رضہ بھی جنت کو سدھارے تو دل اور بھی ٹوٹ گیا ، بُجھ گیا اور مدینے کی گلیوں سے دل کو وحشت ہونے لگی ، آخر شام چلے گئے ۔

حضرت عمر رضہ کے بعد اسلامی سلطنت اور پھیلی اور شان شوکت بڑھی ، لوگ عیش آرام اور نمائشی باتوں میں پڑ گئے شام کے ملک میں رومیوں کے اثر سے دِکھاوے اور شیخی کی باتوں کا بہت زور ہو گیا ، مال و دولت سے لوگوں

نے خزانے بھرے ، بڑے بڑے محل بنے اور شان دار حویلیاں کھڑی ہوئیں ، لوگ بھڑکیلے نمائشی کپڑے پہننے لگے ابوذر رضؓ وہی سادہ رہن سہن چاہتے تھے ، جس کا رسول خداؐ کے زمانہ میں چلن تھا +

اِن کا عقیدہ اور کہنا یہ تھا کہ کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ دوسروں کو ننگا بھوکا دیکھ کر بھی اپنے لیے دولت بٹورے اور اُسے دبائے رکھے ۔ شام کے بڑے بڑے لوگوں کو سختی سے ٹوکتے تھے ، شان شوکت سے رہنے والے امیروں کے بارے میں فرمایا کرتے :- اِنھی لوگوں کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت اتری تھی کہ :-

" جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اُس کو خدا کی راہ میں نہیں اُٹھاتے ، اُنھیں بڑے ہی سخت عذاب کی نوید پہنچا دو "

امیر معاویہ رضؓ اور بعض دوسرے بڑے بڑے صحابہ اِس آیت کے معنی کچھ اور سمجھتے تھے ۔ یعنی یہ یہودیوں کے بارے

میں ہو یا اُن لوگوں کے لیے جو سونا چاندی جمع کر کے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے لیکن حضرت ابُوذر رضؓ بہت سختی سے ایسے لوگوں پر طعن کرتے تھے ۔

امیر معاویہ رضؓ نے دیکھا اگر یہی رنگ رہا تو شاید مُشکل پڑ جائے ، اُنھوں نے حضرت عثمان غنی رضؓ سے کہا سُن کر انھیں مدینہ شریف بھجوا دیا۔ حضرت عثمان رضؓ نے اِن کی بڑی آؤ بھگت کی اور بہت خاطر سے رکھنا چاہا مگر انھوں نے فرمایا : "مجھے تمھاری دُنیا کی بالکل ضرورت نہیں" —— پھر اُس وقت کے مدینے والوں کا بھی کچھ اور ہی رنگ تھا اور یہ اُسی پرانے سادہ انداز میں تھے ، اِنھیں دیکھ دیکھ وہ لوگ اچنبھا کرتے تھے ، جہاں یہ جاتے لوگ انھیں گھیر لیتے ، یہ اِس بات سے بہت گھبراتے تھے۔ آخر مکہ کے قریب رَبذہ نامی ایک گاؤں میں جا رہے ۔

رَبذہ والوں نے اِنھیں ہاتھوں ہاتھ لیا ، پھر اور لوگوں (عراق کے فسادیوں) نے کہا عثمان رضؓ نے آپ کے ساتھ اچھا

سلوک نہیں کیا، اگر آپ اُٹھ کھڑے ہوں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اِس پر حضرت ابوذر رضؓ نے فرمایا :۔ "مسلمانو! اِس معاملے میں تم نہ پڑو، اور دیکھو اپنے حاکم (خلیفہ) کو ذلیل نہ کرو۔ جس نے اپنے حاکم کو ذلیل کیا اُس کی توبہ قبول نہیں ہوسکتی۔ اگر عثمان رضؓ مجھے سُولی پر بھی چڑھا دیتے تو بھی میں نہ ہٹتا اور اُسی میں اپنی بھلائی جانتا۔"

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ذکر چھڑتا تو ہمیشہ حضور صلعم کو خلیلی، خلیلی کہہ کر یاد کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ خیر میں پھوٹ پھوٹ کے رونے لگتے تھے، اور مشکل سے بات پوری کر پاتے تھے۔

فرمایا کرتے :۔ "میرے دوست (رسولِ خدا) صلعم نے مجھے سات وصیتیں کی ہیں : (۱) مسکین کی محبت اور اُس سے ملنا جلنا (۲) اپنے سے کم درجے کے لوگوں کو دیکھنا اور بڑے لوگوں کو نہ دیکھنا (۳) سوال کسی سے نہ کرنا۔ (۴) کنبے والوں سے اچھا سلوک کرنا۔ (۵) بات ہمیشہ سچی

کہنا (۶) خدا کے معاملے میں کسی سے نہ ڈرنا (۷) لاحول ولاقوۃ کثرت سے پڑھنا ـــــــ حضرت ابوذرؓ کی پاکیزہ اور بے لاگ زندگی میں یہ سب باتیں پائی جاتی تھیں۔

حضرت ابوذرؓ کی موت عجیب طرح سے ہوئی۔ ربذہ ہی میں تھے کہ آخر وقت آن پہنچا۔

بیوی صاحبہ فرماتی ہیں: جب ابوذرؓ کی حالت نازک ہوئی تو میں رونے لگی۔ کہنے لگے کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا: آپ یہاں ایک بیابان جنگل میں دنیا سے سدھارا چاہتے ہیں، یہاں اتنا کپڑا نہیں جو کفن کے کام آئے۔ فرمایا رونا بند کرو۔ میں تمھیں خوش خبری سناتا ہوں، میں نے حبیب خدا صلعم سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے دو یا تین لڑکے مر چکے ہوں، وہ اس کو آگ کے عذاب سے بچانے کے لیے بس ہیں۔

اس وقت چند آدمی تھے، ایک میں بھی تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک جنگل میں مرے گا اور اس

کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت (غیب سے) پہنچ جائے گی۔" ——— میرے سوا اُن میں سے سب مر چکے ہیں، بس میں رہ گیا ہوں، اس لیے یقین ہے وہ جنگل میں مرنے والا میں ہی ہوں۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ نہ میں جھوٹ کہتا ہوں، نہ کہنے والے نے جھوٹ کہا تھا۔ اس لیے راستہ پر جاکر دیکھو، یہ غیبی مدد ضرور آتی ہوگی۔

میں نے کہا:۔ اب تو حاجی لوگ بھی جا چکے اور راستہ سُن سان پڑا ہے۔

فرمایا:۔ نہیں، تم جاکر دیکھو تو۔

بس تو میں دوڑی ہوئی گئی اور ایک ٹیلے پر جا کھڑی ہوئی بار بار دیکھتی تھی کہ شاید کوئی آتا ہو، لیکن پھر گھبرائی ہوئی آتی اور اُن کی (ابوذرؓ) کی خبر لیتی۔ اسی بھاگ دوڑ اور دیکھ بھال میں ایک بار کیا دیکھتی ہوں کہ دور کچھ سوار چلے آرہے ہیں میں نے اشارہ جو کیا تو تیزی

سے آکر میرے پاس ٹھیرے اور پوچھا کہ یہ کون ہے ؟

میں نے کہا : ابوذر رض

اُن لوگوں نے پوچھا : حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ؟

میں نے کہا : ہاں۔

اب وہ لوگ ابو ذر رض کی طرف بڑھے۔ پہلے ابوذر رض نے اُن لوگوں کو رسولِ خدا صلعم کی پیش گوئی سُنائی پھر قسم دی کہ تم میں سے اگر کوئی ادنیٰ سرکاری عہدہ دار (حاکم) بھی ہو مجھے نہ کفنائے۔ اتفاق کی بات اُن میں بس ایک انصاری نوجوان ایسے نکلے۔

اُن انصاری نے کہا : چچا ! میرے پاس ایک چادر ہے اور دو کپڑے اور ہیں جو خاص میری ماں کے ہاتھ کے کتے ہوئے (تاگے کے بنے ہوئے) ہیں اُنھی میں آپ کو کفناؤں گا۔

حضرت ابوذر رض نے فرمایا۔ ہاں میاں تم ہی کفنانا۔

اس کے بعد حضرت ابوذر رض نے وفات پائی۔ اُن

لوگوں میں ایک مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے۔

آخر ان انصاری صاحب نے انھیں کفنایا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی اور سب نے مل کر وہیں دفنایا۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۲۹۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

اصلی وطن اصفہان تھا، ان کے ماں باپ یہودی تھے، جی نامی گانو کے زمیندار۔ باپ انھیں بے حد چاہتے تھے۔ لڑکیوں کی طرح گھر سے باہر نہ نکلنے دیتے تھے اور گھر کے آتش کدے کی دیکھ بھال انھی کو دے رکھی تھی۔ مذہبی جوش ان میں بچپن سے رہا۔ آتش پرستی کے زمانے میں بھی انھوں نے خاص درجہ پالیا تھا۔

ایک بار انھیں گھر سے نکلنے کا موقع مل گیا، ایک جگہ

عیسائیوں کا گرجا پڑا، گرجا میں اُس وقت نماز ہو رہی تھی عیسائیوں کی عبادت کا طریقہ اِنھیں ایسا بھایا کہ ایک دم بول اُٹھے: "یہ مذہب ہمارے مذہب سے اچھا ہو" گرجا میں جب نماز ہو چکی تو اِنھوں نے عیسائیوں سے کچھ اور حال پوچھا معلوم ہوا شام میں عیسائیوں کا بڑا پیشوا رہتا ہو *

اِس کے بعد کہیں شام کو گھر واپس آئے تو باپ نے پوچھا: ابھی تک کہاں رہے؟ اِنھوں نے ماجرا بیان کیا تو باپ نے کہا: وہ مذہب تمھارے مذہب کے پاسنگ بھی نہیں۔ مگر یہ بولے:۔ خدا کی قسم وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہیں اچھا ہو *

اِس بات سے اِن کے باپ کو فکر پڑی کہ ایسا نہ ہو یہ عیسائی ہو جائے۔ اِنھیں بیڑیاں پہنا کر قید کر دیا۔ مگر اِن پر تو وہی دھن سوار تھی، کسی نہ کسی طرح یہ قید سے نکل ایک قافلے کے ساتھ شام پہنچ گئے، وہاں کے بڑے پادری سے ملے اور اپنا مذہب بدل کر عیسائی ہو گئے۔ اب دن رات

گرجا میں خدا کی یاد میں رہا کرتے۔ لیکن گرجا کا وہ بڑا پادری کچھ اچھا آدمی نہیں تھا۔ جب وہ مرگیا تو اس کی جگہ جو آدمی پادری بنایا گیا وہ سچ مچ بڑا عابد زاہد آدمی تھا۔ جب اس کا وقت آخر ہوا تو انھوں نے پوچھا اب کیا حکم ہے۔ میں کیا کروں۔ اس نے کہا:۔ سچے عیسائی تو سب مرکھپ گئے ہاں موصل میں ضرور اللہ کا ایک بندہ ہے، جو سچا عیسائی ہے، تم اس سے جاکر ملنا۔

اب یہ شام سے موصل پہنچے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس پادری سے ملے، ماجرا بیان کیا۔ سچ مچ وہ پادری بھی بزرگ آدمی تھا۔ اب یہ اس کی خدمت میں رہا کرتے، مگر کچھ ہی دنوں پیچھے وہ بھی دنیا سے سدھارنے کو ہوا تو انھوں نے اس سے بھی پوچھا: اب آپ کا کیا حکم ہے۔ اب میں کہاں جاؤں؟ اس نے نصیبین نامی ایک جگہ کا نام لیا اور ایک آدمی کا پتہ نشان بتایا۔

موصل کا پادری چل بسا تو یہ وہاں سے بھی چل کھڑے

ہوئے۔ نصیبین پہنچے اور پوچھتے پچھاتے اُس پادری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ پادری بھی ویسا ہی عابد زاہد نکلا جیسا کہ موصل والے پادری نے بتایا تھا۔ مگر جب اُس کا وقت بھی آخر ہوا تو اِنھوں نے اُس سے بھی کسی اور بزرگ کا پتہ پوچھا۔ اُس نے کہا عموریہ جانا ❖

اب یہ عموریہ پہنچے اور کھوج لگاتے لگاتے وہاں کے پادری سے ملے، اُس بزرگ پادری کو اپنی پوری داستان سُنائی، وہ سُن کر خوش ہوا۔ اِنھیں پاس رکھا، وہ بھی اللہ کا نیک بندہ تھا مگر جب اُس سے بھی بچھڑنے لگے تو اِنھوں نے اُس سے پوچھا: اب آپ مجھے کس کے حوالے کرتے ہیں ❖

عموریہ والے اُس بزرگ پادری نے بڑی محبت سے کہا: بیٹا! اب ایسا کوئی نہیں کہ اُس سے ملنے کی میں تمھیں صلاح دوں۔ ہاں وہ نبی (صلعم) اب جلد ہی ظاہر ہونے کو ہیں جو عرب کے ریگستان سے حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے دین کو پھر سے زندہ کرے گا۔ اور کھجوروں والے شہر میں ہجرت کرے گا۔ اس کی خاص خاص نشانیاں یہ ہیں کہ وہ صدقے کو اپنے لیے حرام جانے گا مگر ہدیہ قبول کرے گا اور اس کے دونو شانوں کے بیچ میں نبوت کی مہر ہوگی نشانی کے طور پر۔

بس تو یہ اللہ کا نام لے اپنی دھن میں ایک قافلے کے ساتھ عرب کو چلے۔ مگر ان قافلے والوں نے دھوکا دیا۔ مدینہ شریف کے قریب ایک جگہ پہنچ کر انھیں غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ وہاں انھوں نے کھجور کے درخت دیکھے تو دل ہی دل میں خوش تھے کہ ہو نہ ہو اب وہ نبی ؐ ملنے ہی کو ہیں۔ اس خوشی میں اپنی غلامی کی بھی پرواہ نہ تھی۔ خدا کا کرنا ان کے آقا کا چچیرا بھائی مدینے سے کہیں اپنے بھائی (یعنی ان کے آقا) سے ملنے آیا۔ ان کے آقا نے انھیں اس کے ہاتھ بیچ دیا اور وہ انھیں مدینہ لے گیا۔

غرض حضرت سلمان رضؓ غلامی در غلامی کی سختیاں

سہتے ہوئے مدینے پہنچے۔ اللہ اللہ! اس غلامی پر ہزاروں آزادیاں قربان کہ اسی سلسلے سے یہ خدا کے سچے دین کا سراغ پاتے ہیں، حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے در تک پہنچ جاتے ہیں۔ (انھیں اب پورا یقین کہ خدا چاہے یہاں ضرور اُس نبیؐ کا دیدار ہوگا ×

یہ وہ زمانہ تھا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ شریف پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے بھی حضورؐ کے چرچے سُنے تو دل ہی دل میں شوق کے مارے بے تاب تھے۔ مگر مشکل یہ تھی کہ اپنے آقا کی چاکری سے ہی چھُٹّی نہیں ملتی تھی۔ لیکن رہے برابر اسی ٹوہ میں ×

آخر کسی نہ کسی طرح یہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اور باری باری سے وہ تینوں نشانیاں دیکھیں اور جانچیں جو عموریہ والے پادری نے بتائی تھیں۔ جب پورا اطمینان ہوگیا تو روتے ہوئے حضورؐ کے قدموں

میں گرنے کو ہوئے ❖

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کا حال پوچھا تو اِنھوں نے شروع سے ہی اپنی پوری داستان کہہ سنائی آں حضرت صلعم نے یہ عجیب کہانی دوسرے صحابیوں کو بھی سُنوائی۔ غرض یہ سچے دل سے اسلام اور اِسلام لانے والے (صلعم) پر ایمان لائے، مسلمان ہوئے اور حضورؐ نے اِن کا قدیمی نام مابہ بدل کر سلمان رکھا اور خیر کا لقب دیا۔ پھر کچھ روز بعد حبیب خدا صلعم اور دوسرے مسلمان بھائیوں کی مدد سے اِنھیں غلامی سے بھی چھٹکارا مل گیا، یہ آزاد ہوگئے۔ حضورؐ نے اپنے ایک انصاری صحابی حضرت ابو درداء رضؓ کے ساتھ اِن کا بھائی چارہ کر دیا۔

اب یہ زیادہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا کرتے۔ بدر اور اُحد کی لڑائیاں تو اِن کی غلامی کے زمانے میں ہوئیں مگر اُن کے بعد خندق کی

لڑائی اور دوسرے معرکوں میں برابر شریک رہے آں حضرت صلعم کی وفات شریف کے بہت دن بعد یہ عراق میں جا بسے اور ان کے دینی بھائی حضرت ابو درداء رض شام میں ؛

ایک بار حضرت ابو درداء رض نے انھیں لکھا کہ تم سے بچھڑنے کے بعد خدا نے مجھے مال و دولت اور بال بچوں سے نوازا ۔ حضرت سلمان رض نے جواب میں لکھا کہ "یاد رکھو مال و دولت اور اولاد کی کثرت میں کوئی خیر نہیں ، خیر اِس میں ہے کہ علم بڑھے اور تمھارا علم تمھیں نفع بخشے ؛

موت کی بیماری میں پڑے تو مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رض نے ان سے کہا :۔ کوئی نصیحت فرمایئے۔ حضرت سلمان رض نے کہا : کسی کام کا بھی ارادہ کرو یا کسی بات کا فیصلہ یا کوئی چیز تقسیم کرو تو خدا کو یاد رکھو۔ اسی طرح بیماری ہی کے موقعے پر لوگوں سے گویا وصیت کے طور پر فرمایا :۔ " تم میں سے جس سے ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ حج ، عمرہ ، جہاد یا قرآن پڑھتے ہوئے

جان دے۔ فسق و فجور یعنی بُرے بُرے کاموں یا گندی باتوں اور خیانت کی حالت میں نہ مرے"

بڑے ہی عابد، زاہد، متقی اور پرہیزگار تھے۔ بلکہ ساری زندگی نہایت تنگی تُرشی اور سختی سے کاٹی۔ حضرت عمر رضؓ کے زمانے میں یہ مدائن کے گورنر تھے۔ پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے مگر اُس وقت بھی پاس کچھ نہ رہنے پاتا، سب خدا کی راہ میں بٹ جاتا تھا۔

لیکن رُہبانیت (غیر مسلم زاہدوں کی سی دُنیا سے بیزاری) کے خلاف تھے۔ ان کے دینی بھائی حضرت ابو درداء رضؓ رات رات بھر نماز پڑھتے، دن میں روزہ رکھتے۔ حضرت سلمان رضؓ اُن سے ملنے کو اکثر اُن کے گھر جایا کرتے تھے ایک دن حضرت ابو درداء رضؓ کی بیوی کی بڑی بُری حالت دیکھی تو اُن سے پوچھا کہ یہ تم نے اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے؟ اُنھوں نے کہا:۔ میں کس لیے بناؤ سنگار کروں، تمھارے بھائی کو تو دُنیا کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ حضرت

سلمان رضؓ نے ابو درداء رضؓ کو سمجھایا کہ یہ ٹھیک نہیں، فرمایا تم پر تمھارے رب، تمھاری آنکھ، تمھاری بیوی سب کا حق ہے۔ روزے کے ساتھ افطار اور جاگنے کے ساتھ سونا اور آرام بھی ضروری ہے۔ پھر یہ معاملہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو حضورؐ نے حضرت ابو درداء رضؓ سے فرمایا: سلمان رضؓ تم سے زیادہ دین سے واقف ہیں۔

ان کے دینی علم کے بارے میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ یہ فرمایا کہ سلمان رضؓ کو علم اول اور علم آخر سب کا علم تھا، وہ ایسا دریا تھے جو کبھی نہیں سوکھا وہ ہمارے اہل بیت میں تھے۔ علم اول سے مراد پچھلی آسمانی کتابوں (توریت، زبور، انجیل) کا علم اور علم آخر سے مطلب قرآن مجید کا علم ہے اور اہل بیت میں ہونے کی بات یہ ہے کہ عرب میں ان کا کوئی خاندانی رشتہ نہیں تھا اور دربار نبیؐ میں ان کا بڑا رسوخ تھا، حضورؐ نے انھیں اپنے اہل بیت میں داخل کرلیا تھا۔

بڑے فیاض بلکہ لکھ لُٹ تھے۔ مدائن کی گورنری کے زمانے میں جو تنخواہ ملتی سب کی سب ضرورت مندوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ اور خود چٹائی بُن کر پیٹ پالتے تھے۔ اُس میں بھی یہ ہوتا کہ ایک تہائی تو کام جاری رکھنے کی نیّت سے بچا رکھتے ایک تہائی خیرات کر دیتے۔ اور باقی ایک تہائی بال بچّوں پر اٹھاتے تھے۔

عالموں کی بڑی قدر کرتے تھے، جب کوئی رقم مل جاتی تو حدیث شریف کے عالموں کی دعوت کرتے تھے۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۲۳۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

خالدؔ نام۔ ابوسلیمانؔ کنیت اور سیف اللہ (خدا کی تلوار) لقب تھا جو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اسلام سے پہلے بھی ان کا گھرانا بڑی عزّت رکھتا تھا۔ سپہ سالاری اور فوجی کیمپ کا انتظام انھی کے کنبے میں رہا۔ جب ان کا زمانہ

آیا تو انھی کو یہ عہدہ ملا۔ اسلام سے پہلے اسلام اور اسلامیوں کے جانی دشمن تھے۔ اُحد کی لڑائی میں کافروں کے شریک تھے اور انھی کی جنگی چال سے مسلمان جیتی ہوئی لڑائی ہار گئے اور بہت نقصان اٹھانا پڑا۔

جب یہ اسلام لے آئے آں حضرت صلعم نے بھی انھیں اس عزت سے محروم نہیں فرمایا۔ اس کا بہت اچھا اثر ہوا اسلامی فتوحات میں ان کی قابلیت سے بہت مدد ملی۔ کوئی سوا سو لڑائیوں میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھلاتے۔ بالشت بھر جسم بھی ایسا نہ تھا جو زخمی نہ ہوا ہو۔ آخر آخر میں کہ جنت کو سدھارا چاہتے تھے بولے کہ افسوس! میری ساری زندگی تو لام میں کٹی پر آج بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کے جان دے رہا ہوں۔

اللہ میاں نے ان کے قدموں میں کچھ ایسی برکت رکھی تھی کہ جدھر کا رخ کرتے کامیاب ہی پلٹتے، خود حبیب خدا صلعم کو ان کی بہادری اور جنگی قابلیت پر اتنا بھروسا تھا کہ

جب ہم ان کے سپرد ہو جاتی تو حضورؐ مطمئن ہو جاتے ۔ ایک دفعہ آں حضرت صلعم نے فرمایا :۔ " خالد رضؓ کو تم لوگ کسی قسم کی تکلیف نہ دینا ۔ وہ خدا کی تلوار ہے ؛

ایک زمانے میں بعض جھوٹے نبی کھڑے ہو گئے ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے زمانے میں بعض مسلمانوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ۔ انھوں نے اُن پر جہاد کیا اور سب کو ٹھیک ٹھاک کر دیا ۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے انھیں ایران کی مہم پر بھیجا تو کچھ ہی روز میں انھوں نے ملکوں کا نقشہ بدل دیا ۔ جگہ جگہ مسلمانوں کو فتح ہوئی ۔ پھر عراق بھیجے گئے ، وہاں بھی بڑے بڑے معرکے سر کیے جنگ جاری تھی کہ حضرت ابوبکر رضؓ جنّت کو سدھارے مگر انھوں نے اس بات کو لوگوں سے چھپایا تاکہ مسلمانوں کے دل نہ ٹوٹیں ۔ جب معرکہ سر ہو گیا تب لوگوں کو بتلا

مزاج میں خاصا تیکھاپن تھا اور اپنی بات کے آگے بڑے بڑوں کی بات کو ٹال جاتے تھے یا بے پر

گھبے بڑے بڑے کام خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ انھیں برابر اس بات پر ٹوکتے رہے، حضرت عمرؓ بگڑ کر حضرت ابوبکرؓ کو صلاح دیتے کہ خالدؓ کو معزول کر دیجئے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ فرماتے :۔ "نہیں میں اُس کی تلوار کو نیام میں نہیں کر سکتا۔ جس کو خدا نے بے نیام کیا ہے۔"

جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تب بھی حضرت خالدؓ کا یہی رنگ رہا۔ حضرت عمرؓ پہلے تو برابر سمجھاتے رہے کہ دیکھو یہ باتیں ٹھیک نہیں، نہ مانے تو آخر اِنھیں معزول کر دیا ــــــ حضرت ابو عبیدہؓ معزولی کا حکم لے کر گئے، خلیفہ کا فرمان سُنایا اور اُن کے سر سے ٹوپی اُتار لی اور صافہ گردن میں ڈال دیا۔ اب حضرت خالدؓ نے بھی خلیفہ کے حکم کے آگے سر جُھکا دیا۔ دم نہیں مارا، ہاں اتنا کہا کہ میں نے فرمان سُن لیا اور اُسے مانا اور میں اب بھی اپنے افسروں کا حکم ماننے اور ہر خدمت کے لیے

تیار ہوں ——— یہی نہیں بلکہ اسلامی سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ رضہ کے بارے میں لوگوں سے پکار پکا کے فرمایا "اب امت کا ایک امین تم پر امیر کیا گیا ہو مطلب یہ تھا کہ اِن کی اطاعت کرنا ۔

اسلام کی راہ میں اپنی کل پونجی لگا دی تھی، بڑے بلکھ ٹوٹ تھے ۔ ایک دفعہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کو بھیجا تو انھوں نے دینے سے انکار کیا ۔ آں حضرت صلعم نے سُنا تو فرمایا "خالد پر تم لوگ زیادتی کرتے ہو، اُس نے تو اپنا سب کچھ جہاد میں لگا دیا، اب اُس پر زکوٰۃ کیسی ؟"

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے بڑی ہی محبت اور عقیدت تھی، اسی طرح حضور سے تعلق رکھنے والی چیزوں کی بھی بے حد قدر کرتے تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک (بال شریف) ٹوپی میں سلوائے تھے، اُس ٹوپی کو اوڑھ کر رَن میں

جانتے تھے ۔ یرموک کی مشہور لڑائی میں وہ ٹوپی کہیں گر گئی تو بہت پریشان تھے ، آخر بڑی تلاش اور تگ و دو کے بعد وہ مل گئی ۔ تب انھیں اطمینان ہوا ؞

حضرت عمرؓ نے بعض خاص باتوں کا خیال کر کے ان سے سپہ سالاری لے لی تھی مگر وہ ان سے ناراض نہیں تھے ، نہ یہ حضرت عمرؓ سے ۔ اس کے بعد بھی بہتیرے معرکوں میں ایک سپاہی کی طرح شریک رہے ۔ حضرت عمرؓ نے انھیں گورنری دی مگر انھوں نے خود ہی چھوڑ دی ؞

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حکموں کے آگے عام باتوں میں بہت نرم پڑ جاتے تھے ۔ حضرت عمّار بن یاسرؓ سے ان کی ایک دفعہ کچھ تکرار ہو گئی ۔ انھوں نے سرکارؐ کے دربار میں فریاد کی اتفاق سے اسی وقت کہیں یہ بھی پہنچ گئے اور حضورؐ کے سامنے بھی انھوں نے حضرت عمّارؓ کو بُرا بھلا کہا ۔

حضرت عمار رضؓ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور عرض کی:
حضورؐ ان کی زیادتی دیکھئے !
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھا کر
فرمایا :۔ " جو عمارؓ سے بغض رکھتا ہی وہ خدا سے
بغض رکھتا ہی " حضرت خالد رضؓ حضورؐ کے اس فقرہ
سے کانپ گئے ۔ کہا کرتے کہ (اس وقت سے) عمارؓ
کی خوشی حاصل کرنے سے زیادہ میرے لیے کوئی چیز
مجھے پیاری نہیں تھی ——— آخر انھوں نے
حضرت عمار رضؓ سے مل کر انھیں منالیا ٭

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انصار

حبیب خدا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے
صحابہ میں، کیا مہاجرین اور کیا انصار، سبھی ہمارے پیشوا ہیں
ہاں مُہاجرین کا درجہ کچھ زیادہ ہی لیکن انصار بھی کسی سے کم نہیں
انصار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرا خون تمھارا خون
ہی، میں تم سے اور تم مجھ سے ہو"

یوں ہر کام کا ایک سبب ہو ہی جاتا ہی، یہ نہیں تو وہ، وہ
نہیں تو یہ۔لیکن سچ یہ ہی کہ کے کی زمین جب مسلمانوں کے لیے تنگ
ہوگئی تو مدینے ہی میں اطمینان نصیب ہوا، مدینے والوں نے
جی جان سے اسلام اور اسلامیوں کی مدد کی اور سب سے زیادہ
اسلام لانے والے(ص) کے لیے اپنی جان اپنا مال عزیز نہ رکھا
اسی سے انصار کہلائے، یعنی مدد کرنے والے ؛

ابھی تک مُہاجر صحابہ (رض) کے حالات آپ پڑھ چکے ہیں۔
اب انصار صحابہ (رض) میں کے چند خاص خاص بزرگوں کا حال

پڑھیے۔ یقین ہے کہ خدا چاہے سبھی کی سیرتوں سے سیکھنے والے بہت کچھ سیکھیں گے اور اپنی سیرتیں اچھی کرنے کی کوشش کریں گے۔

۱۳۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

نجّار نامی مشہور قبیلے سے تھے اور یہی اس قبیلے کے سردار تھے نجّار ہی میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھیال تھی ——— ہجرت کے موقعے پر یوں تو سبھی حضورؐ کی راہ میں اپنی اپنی پلکیں بچھا رہے تھے۔ لیکن نجّار والے آگے آگے تھے۔ ہر ایک آگے بڑھ بڑھ کے عرض کرتا: یہ گھر حاضر ہے لیکن آپ کس سے انکار فرماتے! خدا کا کرنا حضورؐ کی اونٹنی چلتے چلتے وہاں رکی جہاں حضرت ابوایوبؓ کا مکان تھا۔ اب انھوں نے عرض کی، حضورؐ! میرا گھر یہ سامنے ہے! لیکن اب بھی مشکل ہی کا سامنا تھا۔ آخر چِٹھی ڈالی گئی تو ان ہی کا نام نکلا۔ اب تو مارے خوشی کے یہ پھولے نہ سماتے تھے۔

کوئی چھ مہینے حضورؐ انھی کے مکان میں رہے۔ مکان کی دو منزلیں تھیں۔ ادب کے خیال سے پہلے خود نیچے رہنا طے کیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظام اوپر کی منزل میں کیا لیکن حضورؐ نے کچھ سوچ کر نیچے ہی رہنا پسند فرمایا ——— ہونے والی بات ایک رات پانی کا برتن ٹوٹ گیا۔ پانی پھیل گیا، معمولی چھت تھی، انھوں نے سوچا ایسا نہ ہو پانی نیچے ٹپکے اور حضورؐ کو تکلیف ہو۔ اس لیے انھوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا لے پانی پر ڈال دیا کہ پانی اس میں جذب ہو جائے! جاڑے کی رت تھی، ساری رات ٹھٹھرتے کٹی ——— ایک رات دونو میاں بیوی کے دل میں یہ بات سمائی کہ ہم اوپر اور حضورؐ نیچے، یہ تو ٹھیک نہیں۔ اب ساری رات کونوں میں دبکے رہے اور صبح درخواست کی:۔ حضورؐ تو اوپر رہیں، غلام نیچے ہی رہیں گے۔ اب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات مان لی اور بالاخانہ پر رہنے لگے:۔

جنگ اور جہاد کا زمانہ آیا تو یہ حضورؐ کے زمانے میں

ہر معرکے میں بڑے بڑوں کے برابر ہی شریک رہے۔ حضورؐ کے بعد بھی بہت کچھ جہاد ہی میں گزری۔ قسطنطنیہ کی مہم میں شریک تھے لیکن اُنھی دنوں وہاں وبا پھیلی۔ یہ بھی بیمار ہوئے پوچھا گیا، کوئی وصیت! فرمایا دشمن کی سرحد میں جہاں تک جا سکو میرا جنازہ لے جا کر دفن کرنا آخر اُسی بیماری میں وفات پائی۔ غازی ہتھیار سجا ان کا جنازہ سنبھال آگے بڑھے رات کے اندھیرے میں لے جا قلعے کی دیوار تلے دفنایا۔

بڑے فاضل تھے، دین کی باتوں میں بڑا درجہ رکھتے تھے بڑے بڑے ان سے مسائل (دین کی باتیں) پوچھا کرتے تھے۔ جب کبھی کسی بات میں جھگڑا پڑتا تو عام صحابہ ان کے پاس آکر فیصلہ کراتے تھے۔

سچی بات کہنے میں کبھی نہ چوکتے اور بڑے بڑوں سے نہ دبتے تھے، مصر کے گورنر عقبہ بن عامر جہینی رضؓ نامی کو مغرب کی نماز میں ایک روز کچھ دیر ہو گئی، انھوں نے پوچھا: یہ کیا حضرت عقبہ بھی صحابی تھے، اُنھوں نے جواب دیا ایک کام

میں پھنس گیا تھا، انھوں نے فرمایا "تم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو، لوگ سمجھیں گے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت پڑھتے ہوں گے۔ لیکن حضورؐ نے تو مغرب کی نماز میں جلدی کی تاکید کی ۔"

حضرت خالد بن ولید رضؓ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے ایک جنگ میں چار قیدیوں کو بندھوا کر قتل کرا دیا۔ انھوں نے سُنا تو فرمایا "ایسے وحشیانہ قتل سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ اور میں تو اس طرح مرغی کا مارنا بھی پسند نہیں کرتا ہوں"۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

۳۲ حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہٗ

حضرت اُبَیؓ رضؓ نے اسلام سے پہلے یہودیوں کے عالموں سے بہت کچھ حاصل کیا تھا اور توراۃ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو بشارتیں (خوش خبریاں) تھیں انھیں خوب پہچانتے تھے۔ اور بھی دوسری گہری باتوں کو اچھی طرح

جانتے تھے۔ اسی سے شروع ہی میں اسلام قبول کر لیا اور جب اسلام لائے تو اسلامی علوم میں بھی بہت بڑا درجہ پایا ، خاص کر قرآن میں۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو سب سے پہلے خدا کا کلام لکھنے کا کام اِنھی کو ملا۔ قرآن کے حفظ کرنے کا خیال بھی سب سے پہلے اِنھی کو ہوا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پانچ بزرگ تھے ، جنھوں نے پورا قرآن یاد کر لیا تھا۔ یہ اُن میں سب سے بڑھ کر تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اِن کے قائل تھے ، یہاں تک کہ خود حضورؐ اِن سے قرآن کا دَورہ کرتے تھے جس سال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضورؐ نے حضرت اُبیّ رضؓ کو پورا قرآن سُنایا اور فرمایا : مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا تھا کہ اُبیّ رضؓ کو قرآن سُنا دوں ۔

اِنھوں نے ایک ایک حرف خاص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے سُنا اور یاد کیا تھا۔ اِنھیں اِس

بات کا ایسا شوقین دیکھ کر حضورؐ بھی انھیں قرآن سکھانے میں خاص توجہ فرماتے تھے اور دوسرے صحابہ کے مقابلے میں یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دینی بات پوچھتے جھجکتے نہ تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے زمانے میں قرآن مجید کی ترتیب کا کام شروع ہوا۔ بہت سے صحابہ اس کام میں لگے حضرت اُبیؓ سب کے سردار بنائے گئے۔ یہ بولتے جاتے دوسرے لکھتے جاتے۔ کبھی کسی آیت اور کسی لفظ پر تکرار ہونے لگتی کہ یوں نہیں یوں ہے۔ تو انھی کی رائے مانی جاتی۔

حضرت عمر فارق رضؓ نے بہت سی مفید باتیں شروع کیں امت کے چھوٹے بڑے دینی اور ملکی کاموں کا انتظام سوچنے کے لیے ایک انجمن بنائی، جسے آج کل کی زبان میں کونسل کہتے ہیں۔ یہ بھی اس کے ایک خاص ممبر تھے۔ حضرت عمرؓ ان کا بہت لحاظ فرماتے تھے، بہت سی باتوں میں ان سے مشورہ لیا کرتے۔ وہ ان سے دینی باتیں پوچھنے خود ان کے

گھر جایا کرتے تھے ــــــ حضرت عمر رضؓ نے تراویح کی نماز جماعت شروع کی حضرت اُبی رضؓ کو امامت کے لیے چنا۔ حضرت عمر رضؓ خود بہت سخت آدمی تھے، بڑے بڑے اُن سے کانپتے تھے مگر اِن سے وہ بھی ڈرتے تھے۔ کسی نے حضرت عمر رضؓ کے سامنے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی۔ حضرت عمر رضؓ نے پوچھا: یہ تم نے کس سے سیکھی؟ جواب مِلا حضرت اُبی رضؓ سے۔ حضرت عمر رضؓ اُنھیں ساتھ لے حضرت اُبی رضؓ کے پاس آئے اور پوچھا، حضرت اُبی رضؓ نے فرمایا میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے اسی طرح سُنا اور سیکھا تھا۔ حضرت عمر رضؓ نے بات پکّی کرنے کے خیال سے بار بار پوچھا تو انھیں ناگواری ہونے لگی اور بولے: "خدا کی قسم یہ آیت خدا نے جبریلؑ پر نازل کی اور جبریلؑ نے محمدؐ (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں اُتاری۔ اُس میں خطّاب اور اُس کے بیٹے (عمر رضؓ) سے مشورہ نہیں لیا۔"
یہ سُن حضرت عمر رضؓ کانوں پر ہاتھ رکھ تکبیر کہتے ہوئے اِن

کے گھر سے نکل آئے۔ جب کبھی کسی آیت کے بارے میں کچھ شک پڑتا۔ حضرت عمر رضؓ انھی سے پوچھتے تھے ✤

قرآن میں بہت غور کیا کرتے، فرمایا: قرآن ہی میں مسلمانوں کو سیدھی اور سچی راہ ملے گی، قرآن ہی کے فیصلوں اور حکموں پر راضی رہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بس یہی ایک چیز تمھارے لیے چھوڑی ہے۔ اس میں تمھارا، تمھارے اگلوں کا اور آنے والے زمانے سب کا حال ہے۔ قرآن اسلام کا پکّا اور پورا قانون اور دستور العمل ہے۔ قرآن کے قصّے ہمارے لیے نصیحتوں کا خزانہ ہیں۔ خالی کہانیاں نہیں، قرآن میں سبھی قوموں کا ذکر ہے یعنی اُن سب سے سبق لیا جاسکتا ہے ✤

حضرت عمر رضؓ کے زمانے میں برابر لوگوں کو دینی تعلیم اور فتوے دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضؓ نے ان سے فرمایا میں آپ کے دین کو دُنیا میں سانا نہیں چاہتا یعنی کسی جگہ کا آپ کو حاکم بنانا ٹھیک نہیں سمجھتا ہوں ✤

حضرت عثمان غنی رضؓ کے زمانے میں بھی قرآن شریف کا بہت

بڑا کام ہوا ، ترتیب ہوئی ، پڑھنے کے قاعدے اور طریقے مقرر کئے گئے ۔ اُس وقت مُہاجرین اور انصار صحابہ میں سے بارہ بزرگ تھے جو قرآن میں پڑے ہوئے تھے ، اِنھی کو یہ کام دیا گیا اور حضرت اُبَی رضؓ اب کے بھی سب کے سردار بنائے گئے ۔ غرض آج تک قرآن شریف اِنھی کے طے کئے ہوئے طریقوں پر لکھا اور پڑھا جاتا ہے ✦

شاگردوں کے سوا بڑے بڑے صحابہ دُور دُور سے آتے اور اِن سے بہت کچھ سیکھ کر جاتے ۔ اِن کا بھی دن رات بس یہی کام تھا لیکن مزاج میں ذرا تیکھا پن بھی تھا ، لوگ زیادہ سوال کرتے ڈرتے تھے ، کہیں جھڑک نہ دیں ۔ اِسی سے اِن کی مجلس میں کسی کو فضول باتیں کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی ۔ اور جو کبھی ایسا موقع آتا بھی تو جواب ایسا دیتے کہ لاجواب کر دیتے ۔ ایک بار کسی نے ایک بات پوچھی ، اِنھوں نے پوچھا : ایسا ہوا بھی ؟ جواب ملا نہیں ، فرمایا تو ابھی ٹھہرو ، جب ایسا ہوگا تب سوچا جائے گا ✦

گھر پر ایک گدّے پر بیٹھا کرتے تھے، شاگرد اور بڑے بڑے صحابہ آتے اور سامنے گدّے سے نیچے بیٹھتے مگر حضرت عمرؓ کا لحاظ کرتے تھے، انھیں اپنے پاس گدّے پر بٹھاتے تھے۔

۳۵ھ جمعہ کے دن وفات پائی، حضرت عثمان غنیؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۳۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انسؓ کی ماں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتے کی خالہ تھیں۔ آٹھ نو برس کے تھے کہ پہلے ماں پھر یہ مسلمان ہوئے اور تبھی سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں داخل ہو گئے۔ روز منہ اندھیرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرتے۔ دس گیارہ برس لگاتار دن کا بڑا حصّہ حضورؐ کی خدمت میں گزرا۔ اسی سے "خادم رسول اللہ"

لقب پڑا۔ اور وقت بے وقت حضورؐ کی خدمت کے لیے تیار رہتے تھے۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں:۔ میں نے دس برس حضورؐ کی خدمت کی، لیکن آپؐ خفا کبھی نہ ہوئے، نہ کبھی ٹوکا کہ ایسا کیوں ہوا یا ایسا کیوں نہ ہوا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اِن سے بڑی محبت تھی، اِنھیں بیٹا کہہ کے پکارتے تھے ——— بارہ برس کے تھے کہ بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ دوسری لڑائیوں میں بھی شریک رہے *

حضرت عمر رضؓ نے اپنے زمانے میں اِنھیں دینی تعلیم کے لیے بصرہ بھیجا، پھر یہ وہیں رہ بس گئے ——— حضرت عثمان رضؓ کے زمانے میں جو شورش اٹھی اس کے خلاف اور حضرت عثمان رضؓ کی حمایت میں جوشیلی تقریروں سے شہر بھر میں آگ لگادی۔ لیکن افسوس اِن کی امداد پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عثمان رضؓ شہید کر دیئے گئے ——— حضرت علی رضؓ کے زمانے میں حاصل کر بصرہ سے زبردست شورشیں اٹھیں لیکن یہ اُن سب سے الگ تھلگ رہے۔ حضرت علی رضؓ کے بعد بھی مدتوں جئے۔ وہ ایسا

زمانہ تھا کہ چاہتے تو بہت کچھ پا جاتے، پھر بھی گوشہ نشین ہی رہے۔

اُس زمانہ کے حاکموں نے انھیں ستانا چاہا۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں حجّاج بن یوسف نامی بڑا ظالم گورنر تھا وہ ان سے کچھ بیر رکھتا تھا، ایک بار ان سے بولا:۔ میں نے تمھارے لیے بہت سخت سزا تجویز کی ہے۔ انھوں نے بڑی حیرت سے یہ بات سُنی مگر بڑے ضبط سے کام لیا اور گھر آکر خلیفہ کو خط لکھا خلیفہ غصّے سے بے تاب ہوگیا اور حجاج کو عتاب نامہ بھیجا کہ اسی میں خیر ہے کہ حضرت انس رضؓ کے مکان پر جا کر اُن سے معافی مانگو! حجاج اپنے درباریوں سمیت حاضر ہوا اور معافی مانگی۔

"خادمِ رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے زیادہ وقت آں حضرت صؐ کی خدمت میں گزرتا تھا، بہت سی حدیثیں خود رسول اللہ صلعم کی مبارک زبان سے سُنی تھیں اور بہت سی دوسرے صحابہ رضؓ سے۔ حدیثوں کے پھیلانے میں بڑا کام کیا۔ ساری اسلامی دنیا میں شاگرد پھیلے ہوئے تھے، وہ وہ لوگ شاگرد تھے جو بعد میں امام ہوئے۔ لیکن حدیثوں کے معاملے میں

احتیاط بہت زیادہ کرتے تھے، جن حدیثوں کے سمجھنے میں غلطی
ہوسکتی تھی وہ بیان ہی نہ فرماتے تھے *

جو حدیثیں خاص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھیں،
وہ، اور جو دوسرے بڑے بڑے صحابہ سے سُنی تھیں وہ،
الگ الگ کر کے بتاتے تھے *

نماز بڑے خضوع خشوع یا بڑی توجہ اور بڑے دھیان
سے پڑھتے تھے۔ سبھی بڑے بڑے صحابہ آں حضرت صلعم
سے ملتی جلتی نماز پڑھتے تھے۔ لیکن حضرت انس رض کو ایک بار
حضرت ابو ہریرہ رض نے نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا:۔ میں نے
انس رض سے بڑھ کر آں حضرت صلعم کی سی نماز پڑھتے کسی اور
کو نہیں دیکھا۔ نماز کے وقت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک
دفعہ اس سلسلے میں امیروں کی سستی اور عام لوگوں کی
بے پرواہی کے بارے میں غصے کے ساتھ فرمایا: الیسی نماز منافقوں
کی نماز ہوتی ہے کہ بے کار بیٹھا رہتا ہے اور نماز کے لیے نہیں اُٹھتا
پھر تنگ وقت میں اُٹھ کر مُرغ کی طرح چونچیں مار لیتا ہے "!

دینی باتوں کے سلسلے میں ذرا ذرا سی باریکیاں نکالتے اور ایک ایک بات کرید نے کی عادت لوگوں میں پرانی ہے ——— حضرت انس رضؓ نے ایک بار فرمایا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک زمانے میں لوگ دین (کی باتوں) میں بال کی کھال نکالیں گے مگر دین میں ہوں گے کورے ہی۔"

کسی نے پوچھا نماز میں قصر کب کرنا چاہیئے؟ فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تینؔ میل طے کرنے کے بعد قصر کیا تھا۔ یعنی کسی بڑے سفر میں جب اتنا فاصلہ طے ہوجاتا تب بچپن میں رسولِ خدا صلعم نے دُعا دی تھی کہ خدایا انسؓ کو مال، اولاد اور جنّت بخشنا " یہ فرمایا کرتے دوؔ باتیں تو پوری ہوئیں، تیسری کا انتظار ہے۔ سچ مچ خدا نے مال و دولت خوب دیا تھا۔ شہر سے دوؔ میل دور باہر ایک محل بنوایا تھا۔ شہر کے غُل شور سے گھبراتے تھے ——— کھانا اچّھا کھاتے تھے مگر آپ ہی آپ نہیں دوسروں کو بھی

خوب کھلاتے تھے۔ بالوں میں مہندی کا خضاب لگاتے تھے بڑھاپے میں دانت ہلنے لگے تو سونے کے تاروں سے بندھوائے تھے۔ لیکن رہتے بڑی سادگی سے تھے۔ شاگردوں میں خاص کر بہت گھُل مِل کے رہتے تھے۔

فرمایا کرتے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگ بیٹھے ہوتے، حضورؐ تشریف لاتے۔ آپؐ سے زیادہ بھلا اور کون تھا، جس کا ادب کیا جاتا۔ مگر ہم لوگ اسی طرح بیٹھے رہتے، کیونکہ حضورؐ اِن باتوں کو ناپسند فرماتے تھے"۔

اسّی لڑکے تھے اور دو لڑکیاں تھیں۔ بچّوں کی تعلیم کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ خود ہی اُنھیں پڑھاتے تھے اس لیے باہر بہت کم نکلتے تھے، بس یا تو لڑکوں کو پڑھانے میں لگے رہتے یا اللہ اللہ کیا کرتے تھے۔ اِن کے لڑکوں میں حدیث شریف کے بڑے بڑے امام ہوئے ہیں۔

سنہ ۹۳ھ ایک سو تین ۱۰۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔
رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۳۴۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ

حضرت ابو درداء رض دین کی سبھی باتوں یعنی قرآن اور حدیث دونوں کے اُستاد تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہتیرے حضور ؐ کی جُدائی کی تاب نہ لا سکے۔ مدینے میں ہر گھڑی حضور ؐ کی یاد تازہ رہتی تھی اس لیے یہ شام جانے لگے، حضرت عمر رض سے اجازت چاہی، اُنھوں نے فرمایا: یوں تو میں اجازت نہیں دوں گا۔ ہاں کوئی خدمت قبول کرو تو منظور کرلوں گا یہ بولے میں حاکم بننا پسند نہیں کرتا، البتہ قرآن و حدیث سکھاؤں گا۔ اور نماز پڑھاؤں گا۔ حضرت عمر رض نے قبول کیا اور اِنھیں جانے کی اجازت دے دی۔

دمشق میں بس پڑھنے پڑھانے میں وقت کٹتا یا عبادت میں بڑے بڑے اِن کی علمی قابلیت اور بزرگی کے قائل تھے مشہور صحابی حضرت ابوذر غفاری رض نے اِنھی سے ایک بار فرمایا: "زمین کے اُوپر اور آسمان کے نیچے تم سے بڑا عالم نہیں" مسروق نامی

ایک اور بُزرگ نے فرمایا: میں نے سب صحابہ کا علم چھ میں اِکٹھا پایا،
اُن میں سے ایک حضرت ابُو درداء رضؓ تھے۔ دُور دُور سے یہاں تک
کہ خاص مکے اور مدینے سے علم کے پیاسے کھنچے چلے آتے تھے۔
پڑھاتے میں بڑا ہجوم رہتا تھا، ایک دن گنتی جو ہوئی تو سولہ سَو
شاگرد نکلے اپنی بیوی کو بھی پڑھایا وہ قرأت میں اُن دِنوں ایک
ہی تھیں اُنھوں نے قراءت حضرت ابودرداء ہی سے سیکھی تھی ۔
ساری عمر قرآن مجید اور حدیث شریف کے پڑھانے اور پھیلانے
میں بیتی۔ بالکل آخر میں کہ دُنیا سے چل چلاؤ تھا۔ شہر والوں کو جمع
کرا کے سب کو نماز کے بارے میں آخری وصیّت فرما رہے تھے
پھر جب حالت بہت نازک ہوئی اور کوئی دم کے دُنیا کے
مہمان تھے فرمایا۔ سب کو خبر کر دو۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو
گھر سے لگا باہر دُور تک آدمی ہی آدمی ٹھٹ لگ گئے۔
فرمایا: مجھے باہر لے چلو۔ باہر آکر اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور
سب کے سامنے ایک حدیث سُنائی۔
حضرت ابُو درداء رضؓ اُن صحابیوں میں سے ہیں جنھوں نے

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ حدیثیں بھی خاص کر حضورؐ ہی سے حاصل کی تھیں۔ آں حضرت صلعم کے بعد کچھ حدیثیں حضرت زید بن ثابت رضؓ (انصاری) اور حضرت بی بی عائشہ رضؓ سے بھی سُنی تھیں۔ حدیث میں حضرت انسؓ بن مالک رضؓ (انصاری) حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ حضرت عبداللہ رضؓ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے بزرگ اِن کے شاگرد تھے ۔

بہت نیک اور پاکیزہ آدمی تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ (مہاجر) بہت سخت آدمی تھے، دین کی باتوں میں لوگوں کی بھول چوک دیکھ نہ سکتے تھے ۔ اور ذرا ذرا سی کمی بیشی پر بڑے بڑوں کو ٹوکے بغیر نہ چوکتے تھے۔ لیکن حضرت ابو درداءؓ رضؓ کے بارے میں خود انھی سے فرمایا :۔ اگر آپ رسولِ خدا صلعم کا زمانہ نہ بھی پاتے اور حضورؐ کے بعد ہی اسلام لاتے تب بھی اسلام کے پاکیزہ لوگوں میں گنے جاتے ۔

مزاج میں سادگی بہت تھی۔ دمشق کی جامع مسجد میں (جس کے یہی امام تھے) پودے خود ہی لگاتے، اُن کی دیکھ بھال اور

خدمت کرتے تھے کسی نے تعجب سے پوچھا: آپ خود یہ کام کرتے ہیں
یہ بڑے بھولے انداز میں بولے :- ہاں اس میں بڑا ثواب ہے +
شامی بڑے "تکلف" کے لوگ تھے، بہت شان و شوکت سے رہتے
تھے، اُنھیں دیکھ دیکھ صحابہ میں بہتوں پر شامیوں کا رنگ چڑھا
لیکن اِن کا وہی انداز رہا! خالص عربی رہن سہن جس میں شان نہ
بناوٹ، سچّے اور صاف، کھرے اور بے لاگ! جب حضرت عمرؓ
ایک کام سے آئے تو کئی صحابیوں کے مکانوں پر اُن کا جانا ہوا
سب کے بڑے ٹھاٹھ دیکھے اور شاہی انداز پائے۔ لیکن حضرت
ابوؓ درداءؓ کے گھر آئے تو یہاں اور تو کیا مکان میں چراغ تک
نہ تھا! اندھیرے گھپ میں بس ایک کمبل اوڑھے پڑے تھے۔
حضرت عمرؓ اِن کا یہ حال دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور
اور پوچھا کہ بھائی آخر یہ کیوں؟ یہ بولے :۔ رسولِ خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے، دُنیا میں ہمیں بس اتنا ساز و سامان رکھنا
چاہیئے۔ جتنا ایک مسافر کو درکار ہو۔ آہ حضور صلعم کے بعد ہم لوگ
کیا سے کیا ہو گئے!" اِس پر دونوں بزرگوں نے روتے

روتے صبح کر دی ۔

ہمیشہ خوش خوش رہتے اور مُسکرا کر بات کرتے ۔ اِن کی بیوی کو یہ بات کچھ شان کے خلاف لگتی تھی۔ ایک دن بولیں : آپ ہر بات پر مُسکرا دیتے ہیں۔ لوگ بے وقوف نہ بنائیں۔ اِنھوں نے دو بول میں سب کچھ کہہ دیا، فرمایا : " خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مُسکرا کے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔"

بڑے رحم دل تھے ۔ راستے میں ایک جگہ دیکھا ایک آدمی کو لوگ گھیرے ہوئے گالی دے رہے ہیں ۔ پوچھا تو معلوم ہوا، اُس آدمی نے کوئی گناہ کیا ہے۔ اِنھوں نے فرمایا : دیکھو کوئی کنویں میں گرے تو اُسے نکالنا چاہیئے نا، (اُوپر سے پتھر برسانے یا) گالی دینے سے کیا فائدہ ! بس اِسی کو غنیمت جانو کہ تم اِس بُرائی میں نہ پھنسے ! لوگوں نے پوچھا : تو کیا آپ اس آدمی کو بُرا نہیں سمجھتے ؟ فرمایا کہ بھائی، پیدائشی بُرائی تو اِس میں کوئی نہیں ہوسکتی ہاں اس کا یہ کام ضرور بُرا ہے۔ لیکن جب چھوڑ دے گا تو پھر میرا بھائی ہے۔"

لڑائی جھگڑے سے دور بھاگتے تھے۔ عرب میں مسلمانوں کے آپس میں بہت سے جھگڑے کھڑے ہو گئے، مگر یہ سب سے الگ رہے۔ فرمایا: جہاں لوگ ایک بالشت زمین پر لڑیں میں اُسے چھوڑ دینا پسند کرتا ہوں ۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۳۵۔ حضرت اَبو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابُو طلحہ انصاری رض کی خاص بات یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جی جان سے فدا تھے۔ اُحد میں ایسا گھمسان رن پڑا۔ اور دشمن نے وہ زور باندھا کہ بڑے بڑے غازیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، مگر یہ آں حضرت صلعم کی گویا ڈھال بنے اور تیروں کے آگے اپنا سینہ تانے ہوئے تھے۔ دشمن کے تیروں کو روکتے روکتے ایک ہاتھ بے کار ہو گیا تھا۔ اِن کی اس مستعدی اور بہادری کو دیکھ دیکھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: " ابُو طلحہ رض کی آواز

سَو آدمی سے بہتر ہے"، تیر چلانے میں کمال رکھتے تھے۔ اُحد میں دُشمن پر اتنے تیر چلائے کہ دو تین کمانیں ٹوٹیں۔ حُنین میں رسولِ خدا صلعم نے فرمایا جو غازی جس کافر کو مارے گا۔ وہی اُس کے اسباب کا مالک ہوگا، اِنھوں نے بیس اکیس موذیوں کو جہنم رسید کیا اور اُن کا سب مال اِنھی کو ملا۔

حضرت عمر فاروق رض کو ان پر اتنا بھروسا تھا کہ اُنھوں نے جب چھ صحابہ کے نام اپنے بعد خلافت کے لیے بتائے تو اِنھیں بُلا کر فرمایا: "آپ لوگوں کے سبب سے خدا نے اسلام کو عزت دی۔ دیکھئے آپ اپنے پچاس آدمی لے کر تیار رہیں۔ خلیفہ کے انتخاب میں قوم کے چار ایک طرف ہوں اور دو خلاف تو آپ اُن دو کی گردن ماردیں۔ اگر دونوں پلّے برابر ہوں تو جن کی طرف عبدالرحمٰن رض بن عوف نہ ہوں اُنھیں قتل کردیں، پھر بھی تین دن تک فیصلہ نہ ہونے پائے تو آپ سب کے سر اُڑا دیں۔"

آخر ایک گھر کے اندر نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے جلسہ

ہوا اور یہ دروازے پر پہرا لگا ڈٹ گئے۔ جب تک فیصلہ نہ ہوا ٹلے نہیں۔ لیکن اس کے بعد ساری عمر کو گھر میں بیٹھ رہے بس اللہ اللہ کرتے، کسی بات سے کچھ سروکار نہ رکھتے ہمیشہ روزے رکھا کرتے +

دوستوں کی خاطر مدارات کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ گھر کی باتوں میں بھی اس وجہ سے کچھ زیادہ دل نہ لگاتے تھے۔ ان کی بیوی ان کے مزاج کو خوب پا گئی تھیں، اور جہاں تک ہوتا گھر کی اُلجھنوں سے انھیں بچانے کی کوشش کرتی تھیں ان کا ایک لڑکا کچھ دن بیمار رہا اور مر بھی گیا۔ ابو طلحہ رض مسجد سے آئے، کچھ اور صحابہ ساتھ تھے اُنھوں نے بچّے کا حال پوچھا، بیوی نے سب کو منع کر دیا تھا کہ ابو طلحہ رض سے ابھی کوئی نہ کہے۔ ابو طلحہ رض صحابہ سے باتیں کرتے رہے۔ کھانا آیا تو سب کے ساتھ بیٹھ کر کھایا، پھر جا کے سو گئے، صبح اُٹھے تو بیوی نے ماجرا بیان کیا اور کہا خدا کی امانت تھی، اُس نے لے لی۔ اُس میں کوئی کیا کر سکتا ہے۔ انھوں

نے دل پہ پتّھر رکھ کر پورے صبر سے یہ صدمہ سہا اور اُف نہ کی۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی محبت کے سبب یہ حالت تھی کہ چھوٹی سے چھوٹی کوئی پسند کی چیز آتی تو جی چاہتا رسولِ خدا صلعم کو پیش کریں۔ آں حضرت صلعم بھی ان کا نذرانہ خوشی سے قبول فرماتے اور خود بھی انھیں بہت چاہتے تھے۔ حج میں حضورؐ نے اپنے بال اُتروائے تو ایک طرف کے پورے مُوئے مبارک (بال) انھیں عطا فرمائے۔ یہ اس بات سے اتنے خوش ہوئے جیسے دو جہان کی دولت مل گئی ہو +

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی حاضر ہوا بچارہ پریشان تھا حضورؐ نے کوئی سامان نہ دیکھ کر فرمایا: جو اسے مہمان رکھے اُس پر خدا اپنا فضل کرے گا۔" جھٹ ابوطلحہ رضؓ اُسے گھر لے گئے۔ لیکن ان کے گھر بھی کچھ نہ تھا۔ بس بچّوں کے لیے کچھ پکّا تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضؓ نے بیوی سے کہا: بچّوں کو سلا دو چراغ بجھا دو اور مہمان کے سامنے کھانا لے کر بیٹھ جاؤ۔ اب مہمان تو کھاتا رہا اور یہ دونوں میاں بیوی جھوٹ موٹ

خالی منہ چلاتے رہے ، اس طرح پورے گھر نے فاقے سے کاٹی ، صبح آں حضرت ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی جو اِن کی تعریف میں اسی موقعے پر اُتری تھی ۔ پھر آں حضرت ؐ نے فرمایا : رات تمھارے کام پر خدا کو بڑا تعجب ہوا ۔

ستّر برس کے بوڑھے ہو گئے تھے ، مُدت سے بس گھر میں بیٹھے اللہ اللہ کیا کرتے تھے ۔ لیکن اس عمر میں بھی ایک دن قرآن مجید کی ایک جہادی آیت پڑھتے پڑھتے مارے جوش کے اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ گھر والوں سے کہا : " خدا نے بوڑھے جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے ، میں جاتا ہوں ، سامان ٹھیک کرو ۔ سب نے بہتیرا سمجھایا کہ رسولِ خدا صلعم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں سبھی معرکوں میں شریک رہے خوب جہاد کیا ۔ اب ایسا کیا ضرور ہے ۔ اس پر بگڑ کر بولے : " جو میں کہتا ہوں وہ کرو ۔"

اب ستّر برس کا بوڑھا غازی بھی اسلامی بیڑے کے جہاز

پر سوار ہو لام پر چلا۔ لیکن وقت پورا ہو چکا تھا، راستے ہی میں جنّت کو سدھارا، سات دن کے بعد اسلامی جہاز کنارے لگا اور وہیں انھیں دفنایا گیا۔ سات دن گزر جانے پر بھی لاش جوں کی توں رہی، ذرا نہ بگڑی ۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۳۶۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت مصعب بن عمیر رضؓ جن دنوں مدینے میں اسلام کی تبلیغ فرما رہے تھے۔ حضرت زید رضؓ گیارہ برس کے تھے کہ ایمان لائے، اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے اور تبھی سے قرآن شریف پڑھنا اور حفظ کرنا شروع کر دیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف پہنچے تو یہ سترہ سورتیں حفظ کر چکے تھے۔ انھوں نے حضورؐ کو قرآن سُنایا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ پھر آپؐ نے قرآن شریف لکھنے کا کام ان سے لینا شروع کیا۔ یہ قلم دوات وغیرہ لے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر رہا کرتے۔ جب قرآن کی آیت نازل ہوتی، حضورؐ بولتے جاتے اور یہ لکھتے جاتے تھے۔ یہ کام حضورؐ نے اور صحابہ رضؓ سے بھی لیا تھا مگر یہ سب میں بڑھ کر تھے۔ "کاتبِ وحی" کا لقب تھا، یعنی خدا کا کلام لکھنے والے۔"

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک لڑائی میں بہت سے حافظ شہید ہوئے۔ حضرت عمر رضؓ نے حضرت ابوبکر رضؓ سے عرض کی ڈر ہے کہ یہی حال رہا تو قرآن کہیں ختم نہ ہو جائے اس لیے جمع کر کے لکھ لینا چاہیے۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے بھی مانا اور حضرت زید رضؓ کو بُلا کر فرمایا: تم پر سب کو بھروسا ہے کیوں کہ تم نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن مجید لکھا ہے۔ اب تم ہی اس کام کو کرو تو اچّھا ہے۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے کوئی پچھتّر صحابہ کو اور اس کام پر اِن کے ساتھ لگایا۔ اِنھوں نے بڑی محنت اور احتیاط سے پورا قرآن لکھ لیا۔ یہ نسخہ حضرت ابو بکر رضؓ کی حفاظت میں پھر حضرت عمر رضؓ کے پاس رہا۔ اُن کے بعد اُن کی بیٹی اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضؓ

رضی اللہ عنہا کے پاس رہا۔ حضرت عثمان غنی رضؓ نے اسی سے نقلیں کرائیں، اور اسلامی ملکوں میں پھیلائیں۔ حضرت اُبیؓ بن کعب رضؓ جو قاریوں کے سردار تھے۔ اُن کے بعد حضرت زید رضؓ ہی سے سب لوگ قرآن کی باتیں پوچھا کرتے تھے۔ آج تک اِنھی کے مقرر کئے ہوئے قاعدوں پر ساری دُنیا کے مُسلمان قرآن شریف پڑھتے ہیں ؛

مُردوں کی میراث اور ترکے کے حصّے بخرے کرنے کو "علمِ فرائض" کہتے ہیں۔ کبھی حساب کرنے اور ٹھیک ٹھیک حصّے لگانے میں مشکل پڑتی ہو۔ حضرت زید رضؓ "فرائض" میں کمال رکھتے تھے۔ اس میں آپ کے بہت سے فتوے ہیں ؛

بڑے بڑے صحابہ اِن کی رائے کو آنکھ بند کر کے مانتے تھے اور اِن کا ادب کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ خود بہت بڑے عالم تھے، لیکن وہ بھی اِن سے فتویٰ لیا کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ اِن کا ایسا ادب کرتے کہ ایک بار یہ کہیں جانے کو گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضؓ

نے بڑھ کر رکاب تھام لی ؎

آں حضرت صلعم کے ارشاد پر انھوں نے پندرہ دن میں عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھ کر ایسی مشق پیدا کر لی کہ باہر کے خط آتے تو یہ انھیں پڑھ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے آپ کی طرف سے اُن کے جواب بھی لکھتے تھے۔ حضورؐ نے انھیں یہ کام دے رکھا تھا، بعد میں بھی یہ کام انھی کے پاس رہا ؎

حضرت عمرؓ نے جگہ جگہ باضابطہ قاضی مقرر کیے تو حضرت زیدؓ کو مدینے کا قاضی بنایا۔ یہ اپنے گھر ہی پر بڑے بڑے مقدمے فیصل کرتے۔ ایک بار تو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ کا مقدمہ پیش ہوا ؎

مدینے کا بیت المال سب سے بڑا تھا، حضرت عثمانؓ نے اس کی دیکھ بھال حضرت زیدؓ کو دی تھی ؎

حضرت عمرؓ دینی باتوں میں جہاں ان کی قابلیت کے قائل تھے۔ وہاں ان کی انتظامی قابلیت پر بھی انھیں پورا بھروسا تھا وہ جب مدینے سے باہر تشریف لے جاتے تو انھیں اپنا

قائم مقام بنا جاتے تھے ؁

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " جس میں امانت نہیں اُس میں ایمان نہیں " حضرت زید رضؓ کو اِس دولت میں بہت بڑا حصّہ ملا تھا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں غنیمت کا مال خود اپنے ہاتھوں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ حضورؐ کے بعد یہ کام اِنھیں ملا۔ یہ بہت احتیاط سے ٹھیک تقسیم کرتے اور اپنا وظیفہ سب کے آخر میں لیتے تھے ؁

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضورؐ کی جانشینی کا معاملہ اٹھا، انصار میں سے حضرت سعد بن معاذ رضؓ جلسے کے صدر تھے اور انصار تو سب اُنھی کو خلیفہ بنانے کو تھے۔ لوگ اپنی اپنی کہہ رہے تھے، حضرت زید رضؓ کھڑے ہوئے، چھوٹی سی تقریر کی۔ لیکن ایسی کہ مجلس کا رنگ بدل گیا، بولے:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی مُہاجر تھے، اِس لیے حضورؐ کا جانشین یعنی خلیفہ بھی مُہاجرین میں

سے ہونا چاہیئے" حضرت ابوبکر رضؓ نے کھڑے ہو کر ان کی تعریف کی اور دعائیں دیں۔ انھوں نے حضرت ابوبکر رضؓ کا ہاتھ پکڑ انصار سے کہا:- "ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔"

رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُ

۳۷۔ حضرت ابُودجانہ رضی اللہ عنہٗ

خزرج قبیلے کے سردار سعد بن عبادہ کے یہ چچیرے بھائی تھے۔ ہجرت سے پہلے اسلام لائے اور ہر ایک جنگ میں شریک رہے۔

احد میں ایک بار حضورؐ نے تلوار دکھا کر فرمایا:- بھلا اِس کا حق کون ادا کرے گا؟ یہ آگے بڑھ کر بولے: یارسولؐ اللہ! میں اس کا حق ادا کروں گا۔ آخر تلوار انھی کو ملی پوچھا: یارسولؐ اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: "مسلمان کو اس سے نہ مارنا اور کافر سے بھاگنا مت۔"

ہمیشہ کی طرح انھوں نے سر پر سرخ پٹی باندھی اور

تنتنے اکڑتے دشمن کے مقابلے کو نکلے ۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ویسے تو یہ چال خدا کو پسند نہیں آتی مگر ایسے موقع پر کہ خدا کے دشمنوں کا مقابلہ ہو کوئی بات نہیں ، یہ بڑی دلاوری سے لڑے ، بہتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا ۔ حبیب خدا صلعم کے بچاؤ میں زخموں پر زخم کھائے مگر میدان سے ہٹنے کا نام نہ لیا ۔ آں حضرت صلعم ان کی جاں بازی سے بہت خوش ہوئے ۔

آں حضرت صلعم کے بعد مسلیمہ نامی نبوت کا جھوٹا مدعی کھڑا ہوا ۔ حضرت ابوبکر رض نے اس کو ختم کیا ۔ وہ اپنے باغ کے اندر بیٹھا لڑ رہا تھا ۔ دیوار شاید اونچی ہو گی ۔ یوں غازی لوگ رہ رہ جاتے ، حضرت ابو دجانہ رض بولے :۔ بھائیو! مجھے دیوار کے اس پار یعنی باغ میں پھینک دو ۔ آخر یہی کیا گیا ، اور دروازے سے غازی لوگ باغ میں گھس پڑے مگر اسی میں حضرت ابو دجانہ رض شہید ہوئے ۔

رَضِیَ اللہُ تعَالیٰ عَنْہُ

۳۸۔ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہٗ

اوس قبیلے سے تھے، ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ چند اور مسلمان بھائیوں کے ساتھ یہ دشمنوں کے ہتھے چڑھ گئے، اُن لوگوں نے ایک دو کے سوا سب کو قتل کر ڈالا۔ حضرت خبیب رضؓ کو انھوں نے غلام بنا اور مکہ کے بازار میں لے جا کر بیچ ڈالا ——— بدر میں قریش کے سردار حارث بن عامر رضؓ کو انھوں نے قتل کیا تھا، اُس کے بیٹے عتبہ نے اپنے باپ کا بدلا لینے کو انھیں خرید لیا۔ اور گھر لا کر انھیں ہتھکڑی پہنا قید کر کے رکھا ——— ایک دن ایک ضرورت سے انھوں نے اُسترا مانگا، اُسترا انھیں دے دیا گیا، ابھی وہ انھی کے پاس تھا کہ عتبہ کا بچہ جو گھٹنیوں چلتا تھا ان کے پاس پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد بچے کی ماں کی جو نظر پڑی تو کیا دیکھتی ہے کہ بچہ ان کی ران پر بیٹھا کھیل رہا ہے، اور کھلا ہوا اُسترا ان کے ہاتھ میں ہے! یہ دیکھ کر وہ سہم گئی کہ ہائے ہائے میرا بچہ ہاتھ

سے گیا۔ یہ بھی اس بات کو تاڑ گئے۔ ہنس کر بولے :۔ اب کہو! عقبہ کی بیوی نے کہا : تم سے تو یہ امید نہ تھی۔ اب اِنھوں نے اُسترا اس کے آگے ڈال دیا اور فرمایا :۔ میں یوں ہی ہنس رہا تھا۔

آخر ایک دن اِنھیں شہید کر ڈالنے کے لیے خاص انتظام کیا گیا سولی لٹکائی گئی اور عورت مرد، بوڑھے، بچے، امیر غریب سب اکٹھا ہوئے عین موقعے پر اِنھوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت چاہی بولے : بس دو رکعت، زیادہ پڑھوں گا تو شاید تم لوگ یہ سمجھو کہ موت سے ڈرتا ہوں ۔

نماز پڑھ چکے تو خوشی خوشی سولی کے تختے کی طرف چلے اور یہ پڑھتے ہوئے کہ " جو کچھ ہو رہا ہے خدا کی محبت میں ہو رہا ہے وہ چاہے تو کٹے ہوئے ٹکڑوں میں برکت نازل کر دے۔ مسلمان رہ کر مارا جاؤں تو غم نہیں کس پہلو پر خدا کی راہ میں پچھاڑا جاتا ہوں "

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد صدمہ ہوا، حضرت عمرو بن اُمیّہ نامی ایک صحابی کو مکہ بھیجا کہ خبیبؓ کی لاش کا

کا پتہ لگا نہیں۔ عمرو رضؓ مکّہ پہنچے۔ رات میں ڈرتے ڈرتے سولی کے پاس گئے اوپر چڑھے اور رسّی کاٹ دی ÷

عجب خدا کی شان اور اس کی قدرت حضرت خبیب رضؓ کی پاکیزہ لاش زمین پہ گرنے کی جگہ خبر نہیں کیا ہوئی کیا نہیں، پتہ ہی نہ چلا ÷ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

۳۹ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

ان کے باپ دادا اپنے قبیلے کے سردار تھے، اُن کے بعد قبیلے کے لوگ انھی کو اپنا بڑا مانتے تھے ÷

بچّہ ہی تھے کہ مسلمان ہو گئے۔ بدر کے موقعے پر کل چودہ برس کے تھے مگر لڑائی میں شریک ہونا چاہتے تھے، حبیب خدا صلعم نے بچّہ جان کر واپس کر دیا ÷

دوسرے سال اُحد کی لڑائی میں انھیں اجازت مل گئی۔ اس پہ ایک بڑے مزے کی بات ہوئی کہ انھی کی عمر کے ایک اور صاحب زادے تھے سمرہ نامی، وہ ظاہراً ان سے کچھ ہیٹے

بچتے تھے، اس لیے حضور ؐ نے اُنھیں روک دینا چاہا۔ اس پر وہ بولے:۔ آپ نے رافعؓ کو تو اجازت دے دی جنھیں میں پچھاڑ دوں گا۔ حبیب خدا صلعم پر اس بات کا اثر ہوا۔ فرمایا:۔ اچھی بات ہے۔ آخر دونوں کی کشتی ہوئی اور سچ مچ سمرہؓ نے حضرت رافعؓ کو پچھاڑ لیا" اور دونوں مُنّے غازی جنگ میں شریک ہوئے *

اس لڑائی میں حضرت رافع رضؓ نے سینے پر تیر کھایا جو سینہ توڑ کر اندر گھس گیا، کھینچنے میں نوک اندر ٹوٹ کر رہ گئی۔ آخر ایک مدت بعد زخم پھٹا اور حضرت رافع رضؓ جنت کو سدھارے رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

۴۰ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہٗ

ان کے باپ دادا بڑے لوگ تھے اور اپنے قبیلے کے سردار۔ باپ اسلام سے پہلے ہی دُنیا سے مُنہ موڑ چکے تھے۔ ماں تھیں اور وہ اسلام اور ایمان کی دولت سے

مالا مال ہوئیں اور اپنے سپوت حضرت سعد رضؓ کے بعد بھی
مدتوں زندہ رہیں +

جن دنوں حضرت مصعب رضؓ مدینہ میں تبلیغ فرماتے تھے
اور اُن کی تبلیغ کا جو اثر تھا اُسے دیکھ دیکھ انھیں اچنبھا تھا
اور اپنی دانست میں گویا اپنی قوم کی ناسمجھی پر افسوس۔ لیکن
"خدا کی باتیں خدا ہی جانے" ایک دن حضرت مصعب رضؓ
سے اِن کا سابقہ پڑ ہی گیا۔ اسلام کی سیدھی سچی باتیں اور
قرآن مجید کی چند آیتیں سُنیں تو اِن پر یہ اثر ہوا کہ اسی
وقت کلمہ پڑھ مسلمان ہو گئے +

یہاں سے اپنے قبیلے میں پہنچے، اِن کا انداز دیکھ کر سب
اچنبھے میں تھے، آخر اِن کے اثر سے شام تک پورا قبیلہ
مسلمان ہو گیا۔ اس بات سے مسلمان بہت خوش ہوئے،
تکبیر کے نعرے لگانے لگے۔ پھر یہ حضرت مصعب رضؓ کو
(جو ایک اور صاحب کے ہاں رہا کرتے تھے) اپنے گھر
لے آئے +

اِس کے بعد ایک بار مکہ گئے اور اپنے پُرانے ملنے والے اور مکہ کے رئیس اُمیّہ بن خلف کے ہاں ٹھیرے۔ کیوں کہ اُمیّہ بھی مدینہ آتا تھا تو اِنھی کا مہمان ہوتا تھا۔ وہیں ایک دن ابو جہل نامی اسلام اور اسلامیوں کے مشہور دشمن سے اِن کی مٹ بھیڑ ہوگئی، اُسے معلوم تھا کہ یہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ کہنے لگا کہ تم اِن کے (اُمیّہ کے) ساتھ نہ ہوتے تو پتہ چلتا ✣

اِس پر یہ بگڑ کر ابو جہل سے بولے: تم مجھے روک کر دیکھ لو، تمھارا مدینہ کا راستہ نہ روک دیا ہو ✣

جب مکہ کے قریش مسلمانوں پر چڑھ دوڑے ، بڑے ساز و سامان سے مدینہ پر حملہ کیا۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں سے صلاح لی۔ حضرت سعدؓ بولے:۔ ہم آپ پر ایمان لائے، اب جو حضورؐ کا ارادہ ہو سو کیجئے۔ قسم ہو اگر آپ فرمائیں گے تو ہم سمندر میں کود پڑیں گے، ہمارا ایک آدمی گھر میں نہ بیٹھے گا۔ ہم لڑائی سے ذرا نہیں ڈرتے،

خدا ہماری طرف سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے"۔ حبیبِ خدا صلعم اِن کی تقریر سے بہت خوش ہوئے ⁘

اُحد کی لڑائی میں کافروں نے اِس بُری طرح نرغا کیا کہ اچھے اچھے اور بڑے بڑے گھبرا گئے مگر یہ تھے کہ برابر حضورؐ کے ساتھ رہے، ذرا جو ہٹے ہوں ⁘

ایک لڑائی میں پورا پنجا کٹ گیا تھا۔ اپنے ہاتھ سے زخم کو داغا اِس طرح خون بہنا رُک گیا، مگر ہاتھ پھول گیا۔ آخر ایک دن زخم پھٹ گیا اور اُسی میں یہ جنّت کو سدھارے۔ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سبھی چھوٹے بڑوں کو اِن کی وفات سے بے حد صدمہ ہوا ⁘

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ

انصاف پریس، کراچی

مہاجرین و انصار